Imam Ali Ibn Abi Talib Tomb

To view the Arabic text, you will need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طور پر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

اِثنا عشریه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ITHNA ASHARIYYA

The Historical Narrative of the Twelve Imams of the Shi'ite Sect of Islam

By

Canon Edward Sell

اِثنا عشریہ

یعنی

بارہ شیعہ اماموں کا تذکرہ

مصنفہ

علامہ کینن ایڈورڈ سیل صاحب ڈی۔ڈی

جس کو

باجازت کرسچن لیٹریچر سوسائٹی آف انڈیا

پی آر بی ایس بک سوسائٹی

انارکلی، لاہور نے شائع کیا

۱۹۲۵ء

Urdu

May.23.2006

www.muhammadanism.org

دیباچہ

حضرت علی اوراُن کے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین کے مفصل حالات تو یورپین مورخین نے اسلام کی تاریخ میں مکمل طورپر دئے ہیں ۔ لیکن اُنہوں نے باقی نواماموں کی بابت مطلق ذکر نہیں کیا۔ سُنی مورخوں نے بھی اس مضمون پرکچھ نہیں کہا لہذا ہمیں اسلام کے ان معززاور بزرگ لوگوں کا جوکچھ حال معلوم ہے وہ شیعوں کی تصنیفات سے ہی لیا گیا ہے۔ مفصلہ ذیل اوراق میں اُنہی اماموں کے حالات درج ہیں اوراگرچہ یہ بیانات صرف قصہ، کہانیوں اور غیر معتبر تواریخ میں ہی پائے جاتے ہیں توبھی یہ کتب متعلقہ اسلام میں شمارکئے جاسکتے ہیں۔اِن اماموں کے حالات درج ہیں اوراگرچہ یہ بیانات صرف قصہ، کہانیوں اور غیر معتبر تواریخ میں ہی پائے جاتے ہیں تویہ بھی یہ کتب متعلقہ اسلام میں شمارکئے جاسکتے ہیں۔ ان اماموں میں اکثر عالم تھے اور بعض اعلیٰ شخصیت رکھتے تھے اوریہ سب کل شیعہ فرقہ کے نہایت عزیزتھے۔ میری دانست میں تمام شیعہ مورخئین ضعیف الاعتقاد تھے اوریہی سبب ہے کہ اُن کی تاریخیں اوربیانات قابل اعتبارنہیں ۔ توبھی اسلام پر غورکرنے والوں کےلئے یہ جاننا فائدہ مند ہے کہ شیعہ اپنے اماموں کی کس قدرعزت وتعظیم کرتے اوراُن سے کس درجے کی محبت رکھتے تھے۔ اس کتاب کے لکھے جانے کی یہی غرض ہے۔

ایڈورڈ سیل

بابِ اوّل
تمہید

حضرت محمد کے داماد حضرت علی مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اور فرقہ امامیہ سے شیعہ مسلمانوں کے پہلے امام تھے۔ اُن کے خلیفہ مقرر ہونے کے تھوڑی مدت بعد ملک میں لڑائیاں اور خونریزیاں شروع ہوگئیں۔جنگ شتر میں جواس لئے اس نام سے کہلاتی ہے کہ بی بی عائشہ اُن کے مقابل اُونٹ پر سوار ہوکر آئی تھیں۔ دس ہزار آدمی مارے گئے ٦٦١ء میں حضرت علی قتل کئے گئے۔

حضرت علی کی جگہ امام حسن اہل کوفہ کی سعی وکوشش سے امامیت کے عہدے پر سرفراز ہوئے۔ وہ خود درحقیقت دینوی طورپر کچھ اختیار نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ معاویہ دمشق میں حکمرانی کرتا تھا۔ اُنہوں نے معاویہ کے ساتھ یہ عہد وپیمان کیاکہ معاویہ بذاتِ خود تاحیات عہدۂ خلافت پر ممتاز ہےلیکن اس کی وفات کے بعد امام حسین خلیفہ مقرر ہوا۔ بعد ازاں امام حسن نے توملکی امور میں مداخلت سے کنارہ کشی کی۔ مشہور ہے کہ یزید بن معاویہ نے اُنہیں زہر دلوادیا۔

امام حسن کی وفات کے بعد امام حسین امام بنے اوراُن شرائط کے مطابق جوامام حسن اورمعاویہ کے مابین قرارپائی تھیں چاہیے تھا کہ معاویہ کے بعد امام حسین خلیفہ ہوتے لیکن معاویہ نے عہدِ وپیمان کو نظر اندازکرکے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد قراردیا۔ اہلِ کوفہ نے امام حسین کومجبورکیاکہ وہ اپنا حق حاصل کریں۔ وہ مکہ میں رہتے تھے اس لئے معاویہ کے زیر حکومت نہ تھے اورنہ ہی کبھی اُنہوں نے حلفِ اطاعت اٹھایا تھا۔ سووہ ایک چھوٹی سی جماعت ہمراہ لے کر روانہ ہوئے باوجود یکہ اُن کے دوستوں نے اہل کوفہ پر بھروسہ کرنے سے انہیں بہت روکا تھا ۔یزید نے بھی اُن کے مقابلے کےلئے فوج بھیجی غرضیکہ کربلا کے میدان میں امام حسین بڑی بے رحمی سے قتل کئے گئے ۔ صرف ایک نوعمر لڑکا اپنی جان بچا کر خیمہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اُسے بھی ایک سپاہی مارنے کوہی تھا کہ دوسرے نے اُس کی سخت دلی اوربے

رحمی پر لعن طعن کر کے باز رکھا اوراس طریق سے علی اصغر کی جو بعد میں امام زین العابدین کہلائے جان بچی۔

اس طرح تین اماموں کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ ان کے بعد نواورامام تھے۔ جن کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ پیشتر اس سے کہ اُن کے حالات لکھے جائیں یہ امر لازمی ہے کہ عرب کی ملکی حالت کا کچھ ذکر کیا جائے کہ کس طرح بعض وجوہ کے سبب سے ملک میں باہمی لڑائیاں ہوتی رہیں۔

مکہ اورمدینہ کے تمام لوگ عبداللہ بن زبیر کے سوا۔ امام حسین کی موت کی خبرسن کر دہشت زدہ ہوگئے۔ یہ شخص سبکسر تھا اورمدت سے خلیفہ بننے کی آرزورکھتا تھا ۔ لیکن چونکہ امام حسین کے حین حیات میں یہ ایک امرناممکن تھا۔ اس لئے اُس نے اُن کو بہت ترغیب دے کر اُس ہلاک کن سفر میں بھیجا تھا۔ وہ خلفاء بنی اُمیہ کے بھی خلاف تھا اوراسی وجہ سے جب معاویہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی غرض سے مدینہ میں صلاح لینے بلکہ اس امید سے آیا تھا۔ کہ وہ اس امر میں اُس کی مدد کرینگے تواُس وقت عبداللہ بن زبیر نے امام حسین اورعبدالرحمان بن ابوبکر کے ساتھ اس کی سخت مخالفت اس بنا پر کی تھی کہ ایسے افضل اوراعلیٰ رتبہ واختیار کی تبدیلی اس طریق سے جائز نہیں یا تو آنحضرت کے قاعدہ کے موافق یہ مدینے کے لوگوں کو انتخاب کرنے دینا چاہیے یا ابوبکر کی مانند قریش میں سے وارث قراردینا چاہیے اوریا عمر کی طرح ایک جماعتِ انتخاب مقرر ہوکر خلیفہ چُنے۔ لیکن معاویہ نے جب یہ دیکھا کہ بحث ودلائل سے کام نہیں نکلتا تواُس نے فوج جمع کرکے لوگوں سے فرمانبرداری کا پیمان لے لیا اوریزید کو اپنا وارث بنادیا۔ معاویہ نے عبداللہ کو اس گستاخی کےلئے کبھی معاف نہ کیا اوریزید سے کہا" عبداللہ ایسا شخص ہے جوشیرببر کی طاقت اور لومڑی کی چالا کی سے تیرا مقابلہ کریگا اورتجھے ضرر پہنچائیگا۔ سوجب کبھی تجھے موقع ملے اوروہ تیرے قبضے میں آجائے توتواس کی بوٹی بوٹی کردینا"۔

اس شخص عبداللہ کے حالات جوکچھ مدت بعد مکہ میں حکمران ہوا حسبِ ذیل بیان کئے گئے ہیں۔ اجس نے نوسال تک حکومت کی اور یزید اوراُس کے بعد کے دیگر اماموں کا بڑی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ اُس کی پیدائش

ایک شریف خاندان میں ہوئی اوریہی وجہ تھی کہ لوگ اس قدر اُس کی مدد کے لئے مستعد تھے۔ اُس کا والد جو کہ جنگِ شتر میں قتل ہوا۔ آنحضرت کا بہت عزیز تھا اوراُس کی والدہ ابوبکر کی بیٹی تھی۔ بی بی عائشہ جوکہ آنحضرت کی چہیتی بیوی تھیں اُس کی خالہ تھیں اوربی بی خدیجہ جوکہ آنحضرت کی سب سے پہلی اورمحسنہ بیوی تھیں اُس کی پھوپھی تھیں۔ وہ مسلمان والدین کا سب سے پہلا بچہ تھا جوکہ ہجرت کے بعد پیدا ہوا تھا وہ اپنے دادا کا بہت ہی لاڈلا تھا۔ وہ ایک دلاورسپاہی تھا اورسب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ اُس نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا اورپناہ لینے کی خاکر کعبہ میں بھاگ گیا جہاں کے لوگوں نے اُسے بہت اچھی طرح قبول کیا۔

جب امام حسین کے مرنے کی خبر مدینہ میں پہنچی تولوگوں کے دل پر ایک عجیب اثرہوا۔ عبداللہ نے جواُس وقت اُن کے درمیان معززسمجھا جاتا تھا۔ مسجد میں کھڑے ہوکر ایک گروہ کثیر کے سامنے پرُجوش تقریر کی اوراُنہیں اُن بے وفا کوفیوں کے خلاف اُکسایا جواس صدمہ اور غم کے موجب تھے۔لوگوں نے جو اُس وقت جوش اور غصے کے سبب اپنے آپے سے باہر ہورہے تھے اُسکے اس طرح پرُجوش وترغیب سے متاثر ہوکر اُسے اپنا سر اورسراورسردارتسلیم کیا اوراپنا خلیفہ قرار دیا اوراس وقت سے اسلام میں گاہے گاہے دوخیلفتے ہوتے رہے۔

مکہ اور مدینہ کے قبضے میں آنے سے عبداللہ کی طاقت خوب بڑھ گئی اوراس میں اُس کے ساتھیوں کے دلوں میں حب الوطنی کی روح پیدا ہوگئی۔ کیونکہ یہ دونوں مقام اُن کے قبضے میں تھے اوروہ اپنے آپ کو تمام دیگر مسلمانوں سے افضل خیال کرتے تھے۔ چونکہ بنی اُمیہ کے لئے سیریا میں بہت زوررکھنے کے باوجود بھی شیعہ فرقہ سے سخت متنفر ہونے کے باعث عبداللہ کے عہد میں حج کرنا امرمشکل تھا اوراُسے ترک کرنا بھی ناممکن تھا۔ اس غرض سے وہ اس فکر میں ہوئے کہ آنحضرت کا منبر مدینہ سے اٹھا کر دمشق لے جائیں اوردمشق کو دینی اورملکی ہردواموکا مرکزبنائیں۔لیکن یہ تجویز منصور کی تجویز کی طرح جوبعد میں ہوئی بالکل ناکامیاب ٹھہری۔

مدینہ کے لوگ یزید کے برخلاف سرکشی کرنے لگے اورآخر کار قریش اور انصار دونوں نے اپنے لئے جداگانہ سردار مقرر کئے۔ بنی اُمیہ کی ایک بڑی جماعت جلاوطن کی گئی اور جو باقی رہ گئے تھے اُنہوں نے دمشق سے مدد کی درخواست کی اورمسلم بن عقبہ ایک بڑی فوج کے ساتھ اُن کی مدد کے لئے بھیجا گیا۔ طرفین نے خوب ایک دوسرے کا مقابلہ کیا لیکن آخر کار انصار کو شکست ہوئی۔ فتحمند دشمن نے بغیر کسی قسم کی شرائط کے حریف مغلوب کو ہتھیار پھینکنے پر مجبور کیا ۔ سخت بے رحمی اور دردناک قتل اورمستورات کے بے عزت کئے جانے کے بعد اُس شہر کو جس میں آنحضرت نے پناہ لی تھی لوٹ لیا۔ مسجد کو اصطبل بناکرناپاک اورپلید کیا اورمزاروں اورمقدس جگہوں کو مسمار کرکے قیمتی جواہر لے گئے۔ بعد اس کے مکہ کا رخ کیا اورشہر کا محاصرہ کیا۔ کعبہ شریف کو برباد کیا اورشہر کو دیگر طریق سے بھی زیان پہنچایا۔ چالیس روزتک برابر محاصرہ کئے رہے تاوقتیکہ اُنہیں یزید کی موت کی خبر نہ ملی۔ یزید ایک نہایت بدخلق شخص تھا۔ ایک موقعہ کا ذکر ہے کہ امام زین العابدین اُس کے حضور لا یا گیا۔ یزید شطرنج بازی اورمے خوری میں مشغول تھا۔ بازی کے ختم ہونے پر بھی وہ شراب پینے میں لگا رہا اورپیالہ کی تلچھٹ کو اُس برتن میں جس میں امام حسین کا سر رکھا تھا ڈالتا رہا۔ اس کام میں وہ اس قدر مصروف تھا کہ اُس نے اُن لوگوں کا جو وہاں حاضر تھے مطلق خیال نہ کیا آخر کار زید العابدین نے بولنے کی درخواست کی اوراجازت پانے پر یزید کو اُس کی ناجائز حرکتوں کے لئے ملامت کی۔ یزید نے ہر چند کوشش کی کہ اُس کے قتل کرنے کے لئے کوئی بہانہ ڈھونڈھنے مگر ناکامیاب رہا۔ امام اوراُس کے ساتھی رخصت ہوئے[1]۔ لیکن چلتے چلتے خدا کی لعنت اُس پر چاہی اورکہا کہ " اے یزید کاش اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کاٹ ڈالے"۔

یزید کے بعدایک نوعمر لڑکا خلیفہ ہوا لیکن اُس نے چند مہینے ہی حکمرانی کی اوربعد اُس کے مروان[2] جواُس فرقہ میں سب سے زیادہ پیرسال خوردہ تھا خلیفہ ہوا۔ وقت ایسا

---

[1] ملاقات کے جملہ حالات معلوکرنے کے لئے صحیفہ العابدین صفحہ ۳۹ کودیکھو۔

[2] شیعہ مروان کو خلیفہ نہیں مانتے وہ اُس کو عبداللہ بن زبیر کے خلاف سرکش اورباغی تصورکرتے ہیں وہ عبداللہ بن زبیر کے بیٹے کے بعد عبدالملک کو خلاف کا اصلی وارث مانتے ہیں امیر علی غرلون کی مختصر تواریخ صفحہ ۹۲

نازک تھا کہ ایک زورآور اورزبردست حاکم کی اشد ضرورت تھی اورایسے شخص کی عدم موجودگی بغاوت اور بدعملی کا آغاز تھی۔ عبداللہ بن زبیر کو اُس کے رفیقوں نے جوحجاز،یمن ،عراق اورمصر میں تھے فوراً اپنا خلیفہ قراردیا۔ محاصرین کے سپہ سالار نے بھی مدددینے کا عہد کیا اور عبداللہ کو دمشق لے جانے کی خواہش ظاہر کی جہاں ایک انبوہِ کثیراً سکی حمایتی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ مروان سے بھی صلاح مشورہ کرسکتا تھا اورشائد ایسی شرائط پر فیصلہ ہوجاتا جوطرفین کومنظورہوتیں لیکن عبداللہ وہاں جانے سے ڈرتا تھا۔یہ اُس کی سخت غلطی ہوئی کیونکہ اگر وہ وہاں جاتا تواُس کی طاقت ضروربڑھتی ۔ اورشائد وہ اکیلا حاکم بن جاتا۔ اسی اثنا میں بنی اُمیہ کو موقع ہاتھ لگ گیا اوروہ مروان کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے ۔ ملک میں بدامنی پھیل گئی اورپھر باہمی لڑائیاں اور فساد شروع ہوگئے اس وقت ملک میں چار مختلف جماعتیں تھیں جوایک دوسرے کے مخالف تھیں(۱۔) دمشق میں بنی اُمیہ(۲۔) مکہ میں عبداللہ بن زبیر۔(۳۔) کوفہ میں شیعہ فرقہ جومحمد بن حنفیہ کے مددگارتھے۔(۴۔) خارجی یعنی وہ لوگ جوجنگ صفین کے بعد حضرت علی کو ترک کرگئے تھے ۔تمام مفسد فرقے جداگانہ اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے مکہ میں حج کی غرض سے اکٹھے ہوئے وہ ایک عجیب نظارہ تھا اوراگر ہرایک فرد بشراُن میں سے اُس موقع اورجگہ کو مقدس نہ خیال کرتا تو ضرورت ھا کہ فساد اور بدانتظامی پھیلتی۔ مگروہاں سے تو وہ لوگ امن سے رخصت ہوئے اورپھر جنگ کی تیاری میں مشغول ہوئے۔ اُس کے بعد عبدالملک دمشق میں خلیفہ ہوا۔

عبیداللہ نے جو بصرہ کا حاکم تھا شہر کے باشندوں کو ترغیب دی اورکہا کہ تم لوگ سلطنت کے جزوعظیم ہوتم اپنا انتظام خودہی کرتے ہو سوبہتر ہے کہ چونکہ یزید فوت ہوگیا ہے اب آپ کو اُن کے جوئے سے الگ کرلو اورایک علیحدہ سلطنت قائم کرکے اپنی آزادی حاصل کرلو۔ میں اپنے آپ کواس امر کے قابل سمجھتاہوں اورپیشوا ہونے کے لائق بھی ہوں ۔ بصریوں نے اس کی بہادری اوراُس کی صلاح داد دی اورشہر کوفہ میں پیغام بھیجا کہ وہاں کے باشندے بھی اس میں اُن کے شامل حال ہوں لیکن اہل کوفہ نے اس پیغام کا

مضحکہ اڑایا بلکہ اس کی تحقیر کی بصرہ کے لوگ کوفہ سے مدد نہ پانے پر عبیداللہ سے منحرف ہوگئے اور وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ گیا۔ شہر میں بدامنی پھیل گئی عبیداللہ دمشق پہنچا اور وہاں مروان اپنے رقیب عبیداللہ سے شرائط نامہ کرنے پر مائل تھا۔ اُس نے اُسے روکا۔

آخرکار ۶۱ ہجری میں کوفیوں نے فیصلہ کرلیا کہ چونکہ اُنہوں نے امام سے بدسلوکی کی تھی اس لئے اُنہیں اس گناہ عظیم کے شانے کیلئے واجب ہے کہ اُس کی موت کا بدلہ لیں۔ اُنہوں نے جماعت کے بزرگوں سے درخواست کی اور تمام فرقہ سے کہا گیا کہ "جب ہم اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہونگے توکیا جواب دینگے اور حضرت رسول اللہ کوکیا منہ دکھائینگے جبکہ اُن کے نواسے کو ہم نے قتل کردیا۔ اوراُس گناہ سے معافی پانے کی اورکوئی صورت نہیں سوااس کے کہ اس کے کہ اس کی موت کا بدلہ لیں"۔ اس درخواست کولوگوں نے خوب سنا بلکہ مان بھی لیا۔ لیکن چونکہ وہ لوگ خود تعداد میں کم تھے اس لئے سلیمان بن ضرراوردیگر بزرگ اصحاب سے ایک خط لکھوا کر تمام شرکاء فرقہ شیعہ کے پاس بھیجا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتوں نے مدددینے کا وعدہ کیا۔

اُنہوں نے آنحضرت کے پانچ رفیقوں کو مقررکیا کہ اس امر کے متعلق صلاح ومشورہ کریں کہ کیا کیا جائے۔ سلیمان کے گھر میں سب جمع ہوئے اوریہ بات قرار پائی کہ چونکہ کوفہ میں جوکچھ دقتیں اور مصیبتیں درپیش آئیں۔ وہ امام حسین کے قتل کئے جانے کا نتیجہ تھیں۔ اس لئے لازم ہے کہ وہ اس سے توبہ کریں اور معافی کے خواستگار اور طالب ہوں سلیمان نے لوگوں پر واضح کیاکہ اُن کا پہلا فرض توبہ کرنا ہے۔ اور بعد اس کے عمل کرنا۔ سواُنہوں نے پہلے اپنے سربسجود کئے اوراللہ پاک سے معافی کی التجا کی اورپھر کھڑے ہوکر اپنی تلواریں کھینچیں اوراپنی برچھیاں نکالیں۔ سب نے بالااتفاق یہ فصیلہ کیاکہ آنحضرت کے خاندان کے قاتلوں کا بیج روئے زمین پررہنے نہ دیا جائے اوراُن کا اور تمام فضول اوربیہودہ حکام کا نام تک بھی صفحہ ہستی سے مٹادیا جائے اوراُن کی جگہ امام زین العابدین خلیفہ قراردئے جائیں[1]۔

[1] صحیفتہ العابدین۔ پیرا ۸۵

لیکن مروان ۶۵ ہجری میں قریباً اس وقت جب مروان نے وفات پائی ایک بڑی جماعت جو اُس مہم کے لئے متعین ہوئی ۔ سلیمان بن درد کے زیر اختیار اس غرض سے روانہ ہوئی کہ مروان اورعبداللہ بن زبیر کو جو اُن کے برخلاف تھے تخت سے اتاریں ۔ یہ جماعت اپنے آپ کو متاسف اورتائب کے نام سے نامزد کرتی تھی کیونکہ یہ امام حسین کے قتل پر تاسف اور توبہ کرتی تھی کوفہ کے حاکم اوردیگر لوگوں نے سلیمان سے منت کی کہ کچھ مدت اور صبر کرے تاوقتیکہ اور فوج اُس کی مدد کے لئے نہ آجائے اوراسباب مہیا کرنے کے لئے کافی زربھی جمع نہ ہولے۔ لیکن سلیمان نے اُن کی ایک نہ سنی اور ٹھہرنے سے انکارکیا۔ اس گروہ نے ایک پورا دن اوررات امام حسین کے مزار پر اُسکی روح کے لئے دعا کرنے اوراپنے لئے مغفرت کی التجا کرنے میں صرف کیا۔ اُن کے دل تاسف سے بھرے تھے ۔ اس لئے اُنہوں نے تمام وقت آوہ نالہ میں گزارا۔سلیمان نے خداوند کریم کے حضور دعا کی کہ وہ امام حسین شہید کو غریق رحمت کرے۔ اُس کے بعد باقی شہیدوں کےلئے بھی التماس کی اور کہا کہ اے اللہ تعالیٰ ہم تجھے شاہد قرار دیتے ہیں کہ ہم اُن کے قاتلوں کے دشمن ہیں۔ تھوڑی مدت بعد سلیمان لڑائی میں مارا گیا۔ شیعہ مورخئین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خواہ اس معرکہ سے اصل مقصد پورا نہ بھی ہوا توبھی یہ ضرور تھاکہ اس حملہ کے ذریعہ یہ دکھایا جائے کہ شرکاء فرقہ شیعہ آزادی کی روح۔ دینی غیرت اورایمان کی سچائی سے پُر تھے اورمخالفین کے زور سے نہ ڈرتے تھے[1]۔

اسی اثنا میں ایک اورجان باز قسمت آزما وارد ہوئے یعنی المختار جن کی پیدائش ہجرت کے سال اوّل میں واقع ہوئی۔ یہ شخص اپنی کم سنی میں ہی اپنے والدہ کے ہمراہ میدان جنگ میں جایا کرتا تھا اورسنِ بلوغ کو پہنچنے تک اپنی شاہسواری ،دلیری اورشجاعت کےباعث عوام میں مشہور تھا۔ لیکن یہ شخص بدخصلت اوربے اصول تھا۔یہ امام حسن کے برخلاف تھا مگر امام حسین کی طرف جس کی وجہ سے عبیداللہ حاکمِ کوفہ نے اسے گرفتارکرلیا اوراس کی آنکھ پر سخت ضرب لگائی ۔ یہ وہاں سے کسی ترکیب سے بچ نکلا پر

---

[1] صحیفتہ العابدین ۔پیرا۔۸۵

عبیداللہ سے بدلہ لینے کا مصمم ارادہ کیا۔ پھر عبداللہ بن زبیر سے مدد لی۔ اور عبداللہ نے اُسے کوفہ بھیجا ۔چونکہ وہ امام حسین کے قتل کا بدلہ لینے کی تجویز سے متفق تھا۔ سوحاکم نے اس کی طرف سے بدظن ہوکراُسے قید کردیا۔ شیعہ مورخ اُس کی اُن مصائب کا جواُس پر قید خانہ میں گذریں۔ مشرح بیان کرتے ہیں۔ایک شخص جوچشم دید گواہ تھا یوں کہتا ہے کہ" میں نے ایک شخص کو جس کے پاؤں میں بیڑیاں گلے میں آہنی طوق پڑا تھا اور بازوبندھنوں سے جکڑے تھے فرش پر بیٹھے دیکھا وہ اس قدرناتواں اورکمزورتھا کہ دائیں یابائیں ہلنے کی بھی طاقت اُسمیں نہ تھی[1]۔اوریہ شخص المختار تھا۔ قید سے کسی طرح رہائی پانے کے بعد اُس نے اپنے تئیں عبداللہ بن زبیر کی خدمت کےلئے پیش کیا۔ لیکن اُس نے ایسی شرائط رکھیں جوالمختار کو منظور نہ ہوئیں۔ سوموخر الذکر فوج فراہم کرکے محمد ابن حنفیہ کی مدد کےلئے روانہ ہوا۔ لیکن اُس سے یہ جواب ملاکہ اگروہ جنگ کرنے پرآمادہ ہوتا تواُسے مدد کی ہرگز کمی نہ تھی۔ برعکس اس کے اس کا خیال صبر کے ساتھ برداشت کرنے کا تھا۔ اُس نے المختارکویہ بھی کہاکہ خدا سے خوف کھا اورخونریزی سے کنارہ کر"۔

محمد اپنے رفیقوں سمیت حج کےلئے روانہ ہوا۔ لیکن عبداللہ بن زبیر نے اُنہیں راہ میں گرفتارکرلیا۔ کیونکہ اُسے یہ خوف تھاکہ جب تک یہ سب وفاداری کی قسم نہ کھالیں۔ تب تک اُس کا منصب پائیدارنہیں ہوسکتا۔ سواُس نے اُنہیں پکڑ کر چاہ زمزم میں مقید کردیا۔ جس کی بابت یہ مشہور ہے کہ وہ اس چشمہ سے بنایا گیا تھا۔ جہاں سے حضرت حاجرہ نے پانی پی کر اپنی پیاس بجھائی تھی۔ امیروں نے کسی ذریعہ سے خط لکھ کر المختارکو اپنی حالت کی خبردی۔ المختارنے فوراً کوفیوں کو فراہم کرکے اُنہیں وہ خط پڑھ کرسنایا اوراُن سے کہا کہ" یہ خط تمہارے ہادی اورپیشواکا ہے جوحضرت محمد علیہ السلام کے خاندان کا سب سے پاک اور متقی شریک ہے وہ بمعہ اپنے رفیقوں کے مانند گوسفندان بند پڑا ہے اورہر لمحہ وہ سب قتل کئے جانے کے خطرہ میں ہیں" ۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اُنہیں اُسے آنحضرت کے نواسے کا مشیرتصور کرنا چاہیے۔اس طریق سے مختاراُنہیں اپنی طرف کرکے اورقدرے

---

[1] صحیفتہ العابدین صفحہ ۱۰۰

زوروطاقت حاصل کرکے اپنے پُرانے حریف عبیداللہ پر حملہ
کرنے چڑھا۔ اہل کوفہ جوہر گز قابل اعتبار نہ تھے۔ مختار
کےہی برخلاف ہوگئے لیکن اُس نے اُنہیں شکست دے کر
سخت سزا دی۔ تھوڑی مدت بعد اُس کی فوج نے عبیداللہ کو
بھی شکست دی اوراُسے قتل کرکے اُس کا سرالمختار کو عین
اُس موقع پر بھیجا۔جہاں چھ سال پیشترآنحضرت کے نواسے
کا سربھی اُس کے سامنے لایا گیا تھا[1]۔

٦٧ ہجری میں مختار کا شہر کوفہ میں محاصرہ کیا گیا۔
وہ بے خود ہوکر چند ساتھیوں سمیت بھاگ نکلا مگر دشمن
کے قابو آکر مارا گیا۔ پس یوں ایک مردِ میدان کی زندگی کا خاتمہ
ہوا۔ جوتین خلیفوں کی افواج پر ظفریاب ہوا اور جس نے
ملک کے ایک بھاری حصے پر اپنا تسلط جما رکھا تھا۔

٦٨٧ء میں خارجیوں نے ایران پر اپنا محکم قلعہ چھوڑ
کر فساد برپا کیا یہ لوگ ہرایک خودمختار اوربرقرار حکومت
کے مخالف تھے ۔خصوصاً بنی امیہ کے ۔ اُنہوں نے کوفہ کی
جانب اپنے قدم بڑھائے اورراہ میں سخت بداعتدالیاں اور
ادباشیاں کرتے گئے ۔ اس وقت خلیفہ عبدالملک اور طرف
مشغول تھا کیونکہ عبداللہ بن زبیر کے ایک دوست کے مارے
جانے کے باعث سرکشیاں اور فتنا اندازیاں ہورہی تھیں۔
سوجب اُسے ان سب پر فتحیابی پاکر فراغت ہوئی تو
خارجیوں کی طرف رجوع کیا اوراُنہیں شکست دے کر ملک
کے تمام مشرقی حصہ کو اپنے قابو میں کرلیا۔ اب صرف ایک
دشمن باقی رہ گیا تھا اور وہ عبداللہ ابن زبیر تھا۔ سواس کے
مقابلہ کےلئے حجاج نامی ایک نامی دلاورسپاہی بھیجا گیا
مخالفین آٹھ ماہ اورسات یوم تک مکہ کا محاصرہ کئے رہے
اوراس شہر کو سخت زیان پہنچایا۔ آخرکارعبداللہ کے رفیقوں
نے بھی اُسے ترک کرنا شروع کردیا۔ اُسے معلوم ہوگیاکہ اب
کامیابی کا خیال بالکل ناممکن ہے سو وہ اپنی والدہ کے پاس گیا
جوابوبکر کی پڑپوتی تھی۔ اورباوجود ضعیف العمر ہونے کے
بھی دلیر اور بے باک طبعیت رکھتی تھی۔ عبداللہ نے اس سے
یوں عرض کی کہ " جناب والدہ صاحبہ میرے تمام ساتھی
مجھے ترک کرگئے اب اگر میں اپنے تئیں دشمن کے حوالہ کردوں
تو جوچاہوں وہ مجھے دینے کو تیا رہیں۔ لیکن اس کے متعلق آپ

[1] میورکی کتاب " دی خلافت" صفحہ ٣٣٥۔

کی کیا صلاح ہے"۔ ماں نے جواب دیا کہ اگر اُسے بذاتِ خود اس امر کا یقین ہے کہ وہ راستی پر ہے تو دشمن کے آگے سرتسلیم خم کرنے سے بہتر موت ہے کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کردیگا تو اُس کا یہ کرنا بنی اُمیہ کے طفلان کم سن کے لئے باعثِ تمسخر بن جائیگا اور وہ اُس کا مضحکہ اڑائینگے اس پر عبداللہ نے اُس کا بوسہ لیا اور اُس سے کہا کہ" میرے لئے غم نہ کرنا"۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر واپس آیا اور دوبارہ اُس کا بوسہ لیا اورالوداع کہا کیونکہ وہ دن اُسکی زندگی کا آخری دن تھا۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوکر اُس نے بڑے جوش اوردلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور بہتوں کو چت کیا۔اورآخرکار خود بھی مارا گیا۔ جب حجاج کو اس کی خبر پہنچی توپہلے تووہ سجدہ میں گرکر خدا کا شکر بجالایا۔ پھر عبداللہ کا سرکاٹ مدینہ اوراُسکے بعد دمشق بھیجا اُسکی ماں نے لاش کے لئے ہر چند منت وسماجت کی لیکن اُس کی ایک نہ سنی گئی بلکہ عبداللہ کا جسم بغیر سر کے چند روز کے لئے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ یہ اس شخص کی زندگی کاآخر ہے۔ جس نے نوسال تک بنی اُمیہ کے خلیفوں کا مقابلہ کیا اورشہر مکہ کوباوجود دشمن کے بیشمار حملوں کے بھی اپنے قبضہ میں رکھا۔ یہ شخص کمال درجہ کا بہادر اورجوانمرد تھا لیکن ساتھ ہی اس کے نہایت بخیل بھی تھا یہاں تک کہ محاصرہ کے ایام میں بھی اپنے گنج کے سرمایہ کی ازحد خبرداری کرتا رہا اوراُس میں سے لوگوں کی مددیا اسباب جنگ کےلئے بھی مطلق خرچ نہ کیا۔ اُسکی بخیلی کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے زمانہ سے پیشتر بہادری اورسخاوت ہردوصفات برابر ایک دوسرے کے ساتھ پائی جاتی تھیں تاوقتیکہ عبداللہ بن زبیر میں سخاوت بیچاری الگ کی گئی۔

تمام اہل عرب نے عبدالملک کو خلیفہ مان لیا اورحجاج اوردیگر سرداروں نے بھی اُس کی اطاعت کی۔ فرقہ شیعہ کو دینوی طورپر حکومت کرنے کی اب مطلق امید نہ رہی سو وہ امامت کے خیال میں منگ رہے اور یکے بعد دیگرےاماموں کا سلسلہ برابر جاری رکھا اوراُنہیں اپنا دینی ہادی اوررہبر مانتے رہے۔

یمنی اوربنی مضیر کے مخالفت فریق اپنے قومی فساد میں مصروف رہے۔ اوردونوں شہرایک دوسرے کی مخالفت

متواتر کرتے رہے۔ پیشتر ایام میں بصرہ عثمان کی طرف تھا اورکوفہ حضرت علی کے ساتھ۔ کچھ مدت بعد سیریا بنی اُمیہ کی طرف ہوگیا اوریمن اُن کے برخلاف ،ملکی معاملات کی وجہ سے بھی نئے نئے اتحاد ہوتے رہے ۔باوجود اُن کے دینی عداوتوں کے باعث مختلف فریق ہوگئے جوایک دوسرے کے باہم مخالف تھے۔ تمام ملک میں کئی سال تک بدامنی پھیلی رہی ۔اسلام کا زمانہ باہمی لڑائیوں ، فسادوں اور خونریزیوں سے پُراورباہمی یگانگت سے بالکل خالی تھا اورجب آخر کارملکی دنیا میں کچھ مدت کے لئے اتفاق ہوا۔ توبھی زیادہ ترحجاج کی دُرشتی اورسخت گیری کے سبب عارضی طورپر وقوع میں آیا۔ دینی مخالفت متواتر جاری رہی اورتاہنوزاُسی طرح قائم ہے۔

باب دوم

امام زین العابدین

مختا رنے اپنی موت سے پہلے یہ تجویز کی تھی کہ مدینہ کے چند لوگ محمد ابن حنفیہ[1] سے ملاقات کریں کیونکہ اگروہ اُن کے ساتھ متفق ہو اوراُنہیں اجازت دے تو وہ مختار کی مدد کے ساتھ امام حسین کے خون کا بدلہ لینے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ ورنہ اس خیال کو ترک کردیں۔سووہ لوگ شہر کوفہ کے امراء وروساء سے اس امر کے متعلق ملاقات کرکے بمہ اُن کے محمد ابن حنفیہ کے دربارمیں حاضرہوئے وہ اُن سے بااخلاق پیش آیا اورآنے کی غرض دریافت کی۔ اُنہوں نے عرض کی کہ" ہم مختارکو امام حسین کے خون کا بدلہ لینے میں مدد دیا چاہتے ہیں۔ اگرآپ اجازت دیں توہم بہ دل وجان اس امر پر تیارہیں ورنہ خاموش رہینگے۔ محمد نے اُنہیں اُسکی اجازت دی۔ سومدینہ کے لوگ بے حد خوشی وجوش کے ساتھ کئی شیعان علی اورآل علی کے چند آدمیوں سمیت

---

[1] کسپانیہ فرقہ ،فرقہ شیعہ کی وہ جماعت ہے جو محمد کی مددگارتھی۔ مسعودی کی

مختار کے پاس پہنچے اور اُسے اپنا سردار بنالیا۔ بعض ابراہیم کے ساتھ ہوگئے لیکن مختار ن ابراہیم کو بھی اپنی طرف کھینچ لینے کے لئے اُسے محمد ابنِ حنفیہ کی طرف سے ایک خط دکھایا جس کامضمون یہ تھا کہ ابراہیم کو بھی اس کارِنیک میں مختار کی امداد کرنی چاہیے سواس ترکیب سے ابراہیم بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔

ایاس نامی شہر کے کوتوال نے ابراہیم کے ساتھیوں یعنی انصار واصحاب کو جس وقت مسلح دیکھا تو ان سے اس کی وجہ دریافت کی لیکن جواب ملنے پر ہرگز اُن کی بات کو باور نہ کیا اور اُنہیں شہر سے باہر نکلنے سے روکا۔ ابراہیم جھنجھلا کر اُس سے مخاطب ہوا اور کہا " اے لعین ۔بدبخت ! توبھی توامام حسین کے قاتلوں میں سے ہے" اور وہیں اپنی تلوار کھینچ کر اُس کا سر جدا کردیا۔ اس پر اُس کے سب آدمی اُسے ترک کرکے بھاگ گئے۔ ایاس کا سر مختار کے پاس بھیجا گیا۔ مختار محمد ابن حنفیہ اورزین العابدین[1] کو کئی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں نیچا دکھا کے مکہ کی جانب روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر امامت کی جانشینی کے متعلق بحث مباحثہ شروع کیا۔ محمد نے اپنا حق جتاتے ہوئے کہا کہ علی ابن طالب کا بیٹا ہونے کی وجہ سے وہ اُن تمام سے زیادہ اس عہدے کے لائق ہے۔ لیکن اس پر زین العابدین نے اپنے چچا سے کہا کہ" خدا سے خوف کھا اور ہرگز اس قسم کا دعویٰ نہ کر" اس کے بعد اس اہم فیصلہ کے لئے قرار پایا کہ سنگِ سیا(حجر الاسود) کے پاس جائیں پتھر کے قریب پہنچ کر اول محمد نے دعا والتجا کی کہ کوئی نشان دیا جائے ۔لیکن بالکل بے سود، پھرزین العابدین نے بھی التماس کی جس کے جواب میں پتھر میں ایک عجیب حرکت نمودار ہوئی۔ جس کی وجہ سے قریب تھاکہ وہ کعبہ کی دیوار سے گرپڑے اورپھر فصیح عربی زبان میں یہ سنا گیاکہ حسین کے بعد امامت کا اصلی وارث یہ ہے" اس فیصلہ کو محمد نے بھی قبول کیا[2]۔

---

[1] کربلا میں امام حسین کے قتل کے بعد اُن کے خیمہ میں مستورات کے درمیان ایک کم سن بیمار لڑکا پایا گیا ایک قاتل نے چاہا کہ اُس کا بھی کام تمام کردے لیکن لوگوں کے (بقیہ) کہنے پر وہ اُسے جرنیل کے سامنے لے گیا اوراس نے بھی اُس کے قتل کا حکم دیدیا۔ لیکن چونکہ وہ اس خاندان میں سے اکیلا ہی باقی بچا تھا۔ اس لئے مستورات نے بہت منت سماجت کرکے اُس کی جان بخشوالی اورعلی اصغر یعنی زین العابدین رہا کردیا گیا۔

[2] صحیفتہ العابدین صفحہ ۱۸۴

زین العابدین (زینتِ مومنین) نے مدینہ واپس آکر تارک الدنیا اورگوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی اوردینوی امور سے پہلے تہی کی ۔ صرف چند احباب دینی مسائل کے متعلق بات چیت کرنے کےلئے گاہے گاہے اُسکے پاس جاتے تھے اُس نے محمد ابن حنفیہ کو اپنا نائب مقررکیا چونکہ اُس کی والدہ شاہِ ایران کی بیٹی تھی۔ اس لئے ایرانیوں کواُس سے اُنس خاص تھا۔ اس نے پچتھر سال کی عمر میں ۹۵ہجری کو محرم کے ایام میں وفات پائی ۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے عبدالملک کے حکم سے زہر دلوایا گیا تھا[1]۔ وہ بقی کے گورستان میں اپنے چچا کے پہلو میں دفنایا گیا۔ اُس نے پیش ازمرگ محمد باقر کو اپنا وارث نامزد کیا اورمدینہ کے بزرگوں نے اس کیااطاعت کی ۔

زین العابدین کی نیک طینت اورخوش اطواری کی بے حد تعریف کی جاتی ہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپے زمانہ میں لاثانی آدمی تھا وہ منکسر المزاج اورمتقی تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ دن رات میں ہزا رکعت[2] نمازپڑھتا تھا۔ اورجب حج کےلئے جاتا اوراحرام یعنی لباسِ حج زب تن کرتا تواُس کی صورت تبدیل ہوجاتی اوراُس کا جسم مارے جوش کے تھرتھراتا تھا۔ جب وضوکرتا تواُس کا چہرہ زرد ہوجاتا تھا۔ جب اُس سے اس کی وجہ پوچھی گئی توجواب دیاکہ" تمہیں نہیں معلوم کہ میں کس کے حضورمیں جارہا ہوں" جب اُسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت عطا ہوتی یا قرآن شریف پڑھتے ہوئے کسی خاص مقررہ حصے پر پہنچتا تو سربسجود ہوجاتا[3] اکثراوقات ایسا کرنے سے اُس کی روشن پیشانی پردونشان پڑگئے تھے جو مشکل میں اونٹ کے کھُر کے نچلے حصے سے مشابہت رکھتے تھے۔ زبان عربی میں میں کھُر کو تفتہ کہتے ہیں اس لئے اس کا ایک لقب ذوالتفتہ بھی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ سجدہ میں تھا اور مصلےٰ میں آگ لگ گئی۔ لوگوں نے آگ آگ کا شورمچادیا ۔لیکن اُس بندہِ خدا نے آنکھ اٹھاکر نظر تک نہ کی ۔تھوڑی دیر میں آگ بجھ گئی ہے اُس سے پوچھا گیا کہ آگ کس طرح بجھائی توجواب دیا کہ" زورمحشر کی آگ کے خون سے "۔

---

[1] صحیفتہ العابدین صفحہ ۸۵

[2] رکعت سے مراد سجدہ جوبوقت نمازقرآن کی چندآیات پڑھنے کے بعد کیا جاتا ہے۔

[3] سجدہ بھی نماز کے وقت سرنگوں ہوتا ہے۔

اُس نے اپنے مکان میں ایک مسجد بنوائی تھی اور ہر روز بلاناغہ پہر دوپہر رات گذرنے پر اٹھ کریوں دعا کرتا کہ اے رافع احتیاج محتاجاں ! تیرے حضور حاضر ہونے کی فکر نہ تیرے بندے کو آرام کرنے کے لئے چادر تک بھی نہ بچھانے دی" اوریہ کہکر زمین پر سرنگوں ہوجانا اوراس کا تمام خاندان اُس کے گرد جمع ہوجاتا تھالیکن وہ اُس سے بالکل بے خبر رہتا تھا۔

جب اُسے کہیں جانا ہوتا تو پیادہ پا جاتا اوراس کے سبب اُس کا پاک اورمبارک جسم ضعیف ہوگیا تھا۔ محمد باقر نے اُس سے اس کا سبب پوچھا توجواب دیاکہ " میں خدا قادرِ مطلق کی قربت کی تلاش میں ہوں"۔

وہ نہایت غریب پرورتھا اورہمیشہ غریب غربا سے مہربانی سے پیش آتا اورشہر مدینہ کے بیکسوں اورمفلسوں کو اکثراپنے پاس سے روٹی کھلاتا تھا جانوروں سے بھی برابر مہربانی کا سلوک کرتا اپنے مرنے سے پیشتر اپنی عزیز سانڈنی باقر کے سپرد کی ۔یہ وفادارسانڈنی اکثراپنے مالک کے مزارپر جاتی اور زمین پر لیٹ کرآہیں بھرتی اوراپنے آقا کی جدائی کے غم کا اظہار کرتی تھی۔

امام نے ایک کنیز کو رہا کرکے اس سے عقد کرلیا تھا۔ عبدالملک نے اُسے اس حرکت کےلئے سرزنش کی ۔ لیکن اُس نےجواب دیاکہ " تمہارے لئے آنحضرت میں اُس کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اُنہوں نے صفیہ کورہا کرکے اُس سے نکاح کرلیا تھا میں نے زید ابن حارث کو رہاکرکے اس کی شادی کرادی۔

کہتے ہیں کہ وہ ایک عالم متجر تھا۔ اُس کی لیاقت اور قابلیت کے متعلق کسی قدر مبالغہ کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ بلحاظ ذہانت اورفہم کے عدیم المثل تھا۔ اُسکی اعلیٰ درجہ کی لیاقت ،قابلیت ، حلم ، پارسائی اوردوراندیشی عوام پر خوب ظاہر تھی۔

قصہ ذیل سے صاف عیاں ہے کہ لوگ اُ سکی کس قدر عزت وتعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہشام ابن عبدالملک چاہتا تھاکہ حجر الاسواد کو بوسہ دے مگربھیڑ اس قدرتھی کہ اس کو چیرکر وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ بے بس ہوکر چاہ زمزم پر جا بیٹھا اتنے میں اُس نے کیا دیکھا کہ بھیڑ فوراً ادھر اُدھر

پھٹ کر کسی کے لئے گذرنے کا راہ بنارہی ہے اورپھر کعبہ کی طرف جاتا ہوا اُسے ایک شخص نظر آیا جس نے پتھر کے قریب پہنچ کر اُسے بوسہ دیا۔ اہل سیریا جوہشام کے ہمراہ آئے تھے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر ہشام سے دریافت کرنے لگے کہ یہ شخص کون ہے۔ جس کی یہ جاہل لوگ بھی اس قدر تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ ہشام کو اس کے زین العابدین ہونے کا خیال تو گذرا لیکن ڈر کے مارے جواب دیاکہ مجھے کیا معلوم یہ کون ہے؟ درحقیقت یہ شخص زین العابدین ہی تھا۔

ایک موقع کا ذکر ہے کہ خلیفہ یزید کے دورانِ گفتگو زین العابدین سے کہا کہ" امام حسین نے خلیفہ ہونے کی کوشش توحتی المقدور کی ۔ مگر شکر ہو خداوند پاک کا جس نے اُسے پہلے ہی اٹھالیا "۔ امام نے جواب دیا اورکہا کہ " حکومت کا اصل حق تو میرے خاندان میں تیری پیدائش سے کہیں پیشتر موجود تھا۔ کیونکہ میرے آباد اجداد آنحضرت کے زمانہ میں جنگہائے بدر اُحد اورخندق میں دشمنوں کے ہاتھ سے اُن کے جھنڈے چھین لائے۔ جبکہ تیرے باپ دادا مخالفین کے ساتھ تھے۔ اگر تو س کے علاوہ اورکسی خام خیال میں پڑا ہے تویادرکھ روزِمحشر کو تو سزا عظیم کے لائق ٹھہرایا جائیگا"۔ یزید دلیرانہ گفتگو سن کر طیش میں آیا اورفوراًامام کے قتل کا حکم سنادیا۔ جلاد اُسے قتل کے لئے لے چلا۔ کہ دفعتہً کسی نے اُس کی گردن کو زور سے پکڑلیا۔ جلاد خوف کے سبب کانپتا ہوا یزید کے پاس گیا اوراُسے اس نادرواقعہ کی خبردی۔ حالانکہ یزید کو امام کے قتل نہ کئے جانے کا قلق ہوا لیکن مجبوراً اُسے اس وقت چھوڑتے ہی بن پڑی۔

یزید نے دمشق کے خطیب کو حکم دیا کہ امام اوراُس کے رفیقوں کے خلاف وعظ کہے ۔ جب وعظ تمام ہوا تو زین العابدین نے بھی بولنے کی اجازت چاہی یزید نے پہلے تو انکارکیا مگر حاضرین کے اصرار پر اجازت دی۔ زین العابدین اٹھا اورپہلے تولوگوں پر یہ واضح کیاکہ وہ مکہ ،مدینہ ،زمزم اورصفا کی مادرِزمین کا فرزند ہے اورآنحضرت رسول اللہ کی اولاد سے ہے۔ جنہو ننے ایک رات براق پر آسمان تک سفر کیا تھا اور حضرت علی کا رشتہ دار ہے جنہوں نے بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرکے کافروں کو اپنے تابع کیا۔ خارجیوں کو پراگندہ کیا اور زبیر اورطلحہ کو شکست دی اوربی بی فاطمہ اوربی بی خدیجہ

کی نسل سے ہے۔ بعد ازاں اُس نے یہ بتایا کہ کس طرح پاک پروردگار نے مومنین کی ہدایت کا ذمہ اور حریفوں کی مخالفت کا باراُس کے کاندھے پر ڈالا اوراس وجہ سے اپنی عین شفقت اورعنایت اورآنحضرت کی محبت کے باعث اُسے تمام دیگر افراد پر فضیلت بخشی اُس کی یہ تقریر سن کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے یزید یہ دیکھ کر خوف زدہ ہوا کہ اب کہیں یہ لوگ مجھ سے منحرف نہ ہوجائیں سوفوراً موذن کو اذان کا فرمان دیا۔ موذن نے شروع کیا ہی تھاکہ امام نے اُسے روکا اورپھر یزید سے کہا "کیا حضرت محمد تیرا بزرگ تھا یا میرا؟ تونے اُن کی اولاد کو کیوں قتل کیا"؟ اس کا جواب یزید سے کچھ نہ بن پڑا۔ اس پر حاضرین نے یزید سے کہا کہ "اسلام کی اس مصیبت کا بانی تو ہی ہے اورتیرے ہی وسیلے سے یہ سب کچھ ہوا"۔ اورپھر چلائے اورنالہ وزاری کا شوربرپا ہوا۔

یہ نظارہ نہایت موثر تھا۔ اُس عظیم الشان مسجد میں جوزمانہ سابق میں اہل نصاریٰ کا مقدس یوحنا کے نام کا کنیسہ تھا۔ ایسا منظر پیشتر کبھی نظر نہ آیا تھا ایک جانب ستمگر، عیش پسند خلیفہ اوردوسری جانب مظلوم مصیبت زدہ پاک ذات امام تھا۔ امام کے دلیرانہ الفاظ کے سبب یزید پر دہشت طاری ہوئی ۔ لیکن اُس کی آواز کی سنجیدگی نے آنحضرت کے عہد کے حالات یاددلا کر حاضرین کے دلوں میں ایک عجیب قسم کا جذبہ پیدا کردیا۔ جس کے سبب امام کے مضمون کی تصدیق بھی ہوگئی۔

زین العابدین کی زیست کے ایام یادِالہٰی اورآنحضرت کے احکام کے فراہم کرنے اوراُنہیں باترتیب لکھنے میں گذرے۔ جس وقت اُسے اپنے والد بزرگوار کی مصائب یادآتیں توآنکھوں سے آنسوؤں کا تاربندھ جاتا۔ جس کے باعث خدام گھبراجاتے اورجب کھانا اُس کے آگے لاتے تووہ اس قدر روتاکہ آنسو پینے کے پانی میں گرگر کر مل جاتے اوروہ اُسی پانی کو پی جاتا۔

وہ زمانہ فرقہ شیعہ کےلئے سخت رنج والم کا زمانہ تھا کیونکہ وہ نہایت ستائے گئے یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ اکثر اوقات شیعہ کہلانا ہی باعثِ موت ثابت ہوتا تھا۔ وہ لوگ نہایت حکمتِ عملی سے کام لیتے تھے کہ کسی پر اُن کا شیعہ ہونا ظاہر تک بھی نہ ہوجائے۔ زین العابدین اپنی آخری

علالت میں جوخلیفه ولید کےحکم کے بموجب زہر دلائے جانے کے سبب ہوئی تھی بے ہوش ہوگیا لیکن جب ہوش میں آیا۔ خدا کی درگاہ میں دعا کرکے اُس شکریه ادا کیا۔ جس نے ہمیشه اُس کے ساتھ وفا کی اور اُسے آسمان کاوارث ٹھہرایا۔ پھر کہا که آہ اُن کےلئے جوکارِنیك کرتے ہیں کیسا عمدہ اجر ہے اوراسی توحید کے الفاظ کے ساتھ اُسکی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔شیعه مورخئین نے اس کی صفاتِ حمیدہ، فہم، دانائی، زہد، اورلیاقت کے مفصل حالات لکھے ہیں کسی قدرمبالغه کا لحاظ رکھتے ہوئے یه صاف معلوم ہوتا ہے که زین العابدین ایك ساده مزاج ،مہربان، ہوشیاراور دانشمند شخص تھا حالانکه اس فساد اورجھگڑے سے بھرے زمانه میں شائد وہ کامیاب اورلائق پیشوا ہونے کے قابل نه تھا کیونکه وہ ملکی ودینوی معاملات میں عملی طورپر مطلق حصه نه لیتا تھا بلکه خاموش زندگی بسر کرتا اوراپنے مریدوں کو صلاح ومشہوردیتا اوراُن کی رہبری اورہدایت کرتا رہا۔

بنی اُمیه کی معاونت پر قومی جوش اورحب الوطنی کی روح تھی لیکن فرقه شیعه کی طرف قانون دان اوردیندارلوگ تھے معاویه بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ اُن کے طعنے اورملامتیں سنتااُن کے الفاظ کا بہت کم خیال کرتا اوربسا اوقات اُنکی زبان کرمہربانی اورنیك سلوك سے بند کردیتا برابر یہی سلوك جاری رہا تاوقتیکه عبدالملك خلیفه ہوا۔ اُس نے حج کرنے کے بعد مدینه پہنچ کر آنحضرت کے خاندان کے مریدوں اورلواحقوں سے کہا که" براہ مہربانی یه یادرکھو که نه تو میں عثمان کی مانند کمزور ہوں اورنه معاویه کی طرح خوشامدی اورنه ہی یزید کی مانند بیوقوف ہوں میں اس قوم کی خوشامد تلوار سے کرونگا جب تك وہ راہِ راست پر نه آجائے اس کے بعد جو کوئی مجھے ترس کھانے کی نصیحت کریگا۔ اُس کا سر فوراً اڑادیا جائے گا[1] اس نے جوکچھ کہا تھا اُسے پورا کرکے دکھایا۔ اُس کے عہد میں فرقه شیعه کو سخت ایذا پہنچائی گئی وہ بارہا معاویه کے نیك سلوك یادکرتے اور کہتے که ہم اکثر اُس سے ریاکاری سے پیش آئے مگر اُس نے ہمیں اس کے خلاف کبھی کچھ نه کہا"۔

---

[1] Zaydan,"Ummayads, Abbasids"p.101

عبدالملک کی تجاویز اورحکمتِ عملی کی تدبیروں کو اُس کے نائب حجاج نے کمال تک پہنچایا۔اُس نے اُس فرمان کو کعبہ اوراُس کے گردونواح میں ہرگز جنگ وجدل نہ ہو۔ بالکل رد کرکے عبداللہ بن زبیر کا سرکٹواکرعبدالملک کو بھیج دیا۔ اورمدینہ میں اُسکے باقی جسم کوٹکٹکی پر لٹکادیا۔ اُس نے اوربہت سے ظلم اوربے رحمی کے کام کئے۔ کھوپریوں کا انبار بنی اُمیہ اوربنی عباس میں رسم کے طورپر رائج ہوگیا تھا۔ شاہی محل میں ایک خاص کمرہ اسی غرض کے لئے مخصوص کیا گیا اورہرایک کھوپری جُداگانہ ایک ٹوکری میں رکھی جاتی اورجسم اکثر صلیب پر کھینچا جاتا اورلوگوں کے مشاہدے کی خاطر رکھا جاتا۔خارجیوں کے سرجن میں آلِ علی بھی شمارکئے جاتے تھے برچھیوں پررکھ کر شہر میں پھیر جاتے تھے۔

عبدالملک کے زمانہ میں جوبنی اُمیہ میں سب سے زیادہ کینہ وراورتلخ مزاج خلیفہ گذرا ہے۔ فرشتہ شیعہ پر بے حد جوروستم ہوا۔ حجاج[1] نے خلیفہ علی کے احکام کی تابعداری کی سخت ممانعت کی اوربہتوں کو اس کے سبب سخت بے رحمی سے مروا بھی دیا۔ میں ان میں سے صرف چند موقعوں کا ذکر کیا چاہتاہوں۔ سعید ابن جبیر خلیفہ کے سامنے حاضر کیا گیا اورذیل گفتگو ہوئی ۔" تمہاری دانست میں پہلے دوخلیفہ کیسے تھے ؟ کیا وہ جنت میں ہی یا جہنم میں؟" سعید نے جواب دیا کہ اگر جنت جانا مجھے نصیب ہوا تومعلوم ہوجائیگا۔ خلفاء کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے ؟" میں اُن کا وکیل نہیں ہوں"۔ پھرپوچھا " ان تمام میں سے تم کسے اپنا نزدیکی دوست تصور کرتے ہو؟" بولا" جو خدا کا زیادہ مقبولِ نظر ہے" پوچھا " وہ کونسا"! جواب دیا۔ " اس کا علم عالم الغیب کو ہے" حجاج اس طرح سے اپنے مقصد کے بر نہ آنے پرغصے سے بھر گیا اوراُس کے قتل کا حکم دیدیا۔ ایک اور

[1] حجاج عبدالملک کا ایک وفادار خادم تھا اوروہ اپنے آقا کے حکموں کی تعمیل کے وقت نہایت سختی اورخیر سے کام لیتا تھا ۔قید خانوں میں جہاں قیدیوں کا ہجوم تھا یدیوں پر سخت ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مشہور ہے کہ اُس نے ۱۲۰۰۰۰ آدمی مروڈالے۔ اہل کوفہ کے ساتھ اُس کی گفتگو سے اُس کے وحشیانہ مزاج کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ اُس نے کہا خدا کی قسم مجھے اپنے اوپر نگاہیں جمی ہوئی گردنیں باہر نکلی ہوئی اورسرمشل پکی ہوئی فصل کے جوکاٹنے کےلئے تیارہو نظر آرہے ہیں میں ہی ہوں جواُنہیں کاٹونگا۔

مصیبت زدہ اورستم رسیدہ سے کہا کہ " تیری زبان بڑی لمبی ہے" کیا تواپنے خالق کو نہیں جانتا۔ توکافر ہے بتا تو تیرا خدا کہاں ہے" اُس نے جواب دیا کہ میراخدا ہمیشہ ستمگروں پر نظر رکھتا ہے تاکہ اُنہیں سزا دے" حجاج نے حکم دیا کہ اُس کے سر اورپاؤں کاٹ ڈالے جائیں اورباقی جسم ٹکٹکی پر لٹکایا جائے۔ ایک اورشیعہ اس کے بعد پیش کیا گیا۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ میں اپنے ہم ایمان بھائی سے اتفاق کرتاہوں سواُس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا جوپہلے کے ساتھ ہوا تھا[1]۔

[1] اسی قسم کے اورذکر کے لئے دیکھو صحیفتہ العابدین پیرا۔ ۱۷۱

باب سوم

امام الباقر

محمد فرزندِ زین العابدین ۵۷ہجری اور۶۷۶ ء میں پیدا ہوا اور۱۴۳ہجری یعنی ۷۳۱ ء میں اُس نے وفات پائی ۔اس کے دادا امام حسین کے قتل کئے جانے کے وقت اس کی عمر تین سال کی تھی اس کے والد نے اُسکی نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم وتربیت کی ۔ وہ الباقر اس لئے کہلایا کہ شائد اُس نے باکثرت علم حاصل کیا یا شاید اس لئے کہ وہ ہرایک علم وفن کا بڑے غور سے معائنہ کرتا اوراُس کی تہ تک پہنچتا[2]۔ اُس نے دینوی حیثیت سے حکومت کے کاروبارمیں کچھ حصہ نہ لیا اورنہ ہی دینوی معاملات میں کبھی مداخلت دی۔ صرف سرکاری ٹکسال کی مدد اس وجہ سے کرتا رہاکہ وہ غیر ملکوں کے سکے استعمال کرنے کے برخلاف تھا خلیفہ ہشام کے عہدِ حکومت میں حاجیوں کو سیریا سے مکہ جاتے ہوئے پانی کی قلت کے سبب سخت دقت ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ کئی

[2] ابوجعفر کے متعلق ابن خلکان کا مضمون

بچارے اسی تکلیف کے مارے مربھی گئے۔ ایک خاص مقام میں پانی کی بہت ضرورت تھی ۔ لیکن وہاں کی زمین بڑی پتھریلی تھی۔ ہشام نے وہاں ایک تالاب بنانے کےلئے ایک بڑی جماعت بھیجی کھودنے والوں نے زمین کھودنی شروع کی اورجب بصد مشکل پانی کی سطح تک پہنچے توایک جانب سے ایک بڑا بھاری شگاف نظر آیا جس میں سے بادِ سوزاں کا ایک جھونکا ایسے زورسے آیاکہ اُن میں سے کئی تو فوراًاُ سکی گرمی سے جل کر وہیں مرگئے اورکئی پژمردہ ہوکر گرگئے۔ اورباقی جماعت اُن کا انتظارکررہی تھی جب دیر تک اُن میں سے ایک بھی واپس نہ آیا اوراُس کی وجہ اُن میں سے جو صاحبِ فہم تھے اُن کی عقل میں بھی نہ آئی تو وہ سب لوٹ گئے مہمم نے یہ ماجرہ ہشام کے روبرو عرض کیا چونکہ حج کا وقت قریب تھا اورہشام کی خواہش تھی کہ اُس سے پیشتراُس کی یہ تجویزپوری ہوجائے تواُس نے تمام فرقوں سے لوگ بلواکرایک جلسہ منعقد کیا تاکہ اس امر کے متعلق غورکریں حاضرین میں محمد باقربھی تھا اُس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اگرمیں جاؤں تو ضروراسکی وجہ دریافت کرسکونگا ہشام کی اجازت سے وہ گیا اوریہ معلوم کیاکہ یہ وہ جگہ تھی جہاں اہل احقاف[1] رہتے تھے جواپنی بے ایمانی کے باعث برباد کئے گئے تھے اس کے خیال میں اس تجویز کے ناکامیاب اوربے سود ثابت ہونے کی یہی وجہ تھی۔

کہتے ہیں کہ باقر کی غائبانہ مددہوتی تھی اوربہت سے قصے اس کے متعلق پائے جاتے ہیں ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک غریب اُسکےپاس آیا اورخیرات مانگی اُس نے جواب دیاکہ اُس کے پاس کچھ نہیں اتنے میں ایک مطرب بھی حاضر ہوا اوراُس کی حمدوثنا کے گیت گانے شروع کئے باقر نے ایک ملازم کوحکم کیاکہ اندرکی کوٹھری سے جاکر کیسہِ زرنکال لائے جونہی مطرب نے سونا دیکھا دوبارہ بلکہ سہ بارگاہ کی اجازت چاہی اور ہر دفعہ سونے کی تھیلی انعام میں پائی بچارے غریب نے پوچھا کہ مجھے دینے سے کیوں انکارکیا گیا اورکہا گیا کہ ای پیسہ تھی نہیں ہے باقر نے اُسے کہا کہ توخودہی اندرجاکر دیکھ لے کہ آیا وہ روپیہ پیسہ کا کچھ نام ونشان بھی ہے یا نہیں غریب نے اندرجاکر دیکھا اورمطلق کوئی نشان نہ پایا۔ مطرب کےلئےاسے غائبانہ مدد ملی تھی۔

---

[1] ایک گروہ جس کا سورہ احقاف میں پایا جاتا ہے،

ایک شخص نے ایک دفعہ اس سے کہا کہ "کیا آنحضرت رسول اللہ کو انبیاء کے کلم علوم کی واقفیت ورثہ میں ملی؟" اس نے جواب دیا "ہاں" پھر پوچھا کہ "کیا تیرے حص میں بھی آئی ہے یا نہیں"۔ اس کا جواب ہاں تھا۔ پھر پوچھا کہ "کیا مُردوں کو جلانے اندھوں کو بینائی بحشنے اور کوڑھیوں کو پاک صا ف کرنے کی بھی طاقت مجھے ملی"۔ باقر نے کہا کہ "ہاں" اس کا اختیار بھی قادرِ مطلق کے فضل اور قدرت سے مجھے عطا ہوا" یہ کہکر ایک آدمی کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اوراسکی بصارت جاتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے پھر بینا کردیا۔ اس قسم کی اور بہت سی کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

امام باقر اکثر اس قسم کے مسائل پر بحث کرتا تھا مثلاً انسانی روح کی ماہیت علماء کے اوصاف اورخدا کی ذات اور صفات خدا کی ماہیت پر بحث کرنے سے لوگوں کو ہمیشہ روکتا کیونکہ و ہ خیال کرتا تھاکہ یہ مسئلہ بنی نوع انسان کے فہم اورعقل سے بعید ہے ۔ایک دن ایک معتزلی سردار نے خدا کے غضب کے معنی اُس سے دریافت کئے۔ اُس نے جواب دیا کہ خدا کے غضب کا نتیجہ انسان کے لئے صرف سزا ہے۔ پر اُس کا مقابلہ انسانی غصہ سے ہرگز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُس کی ذات لاتبدیل ہے ۔ باقر نے رسول کی تعریف یوں کی ہے" رسول وہ پیغمبر ہے جوخدا قادرِ مطلق کے پیغام پہنچانے والے فرشتہ کی صدا کو سنتا ہے اوراُس کو یا تو خواب میں یا جسم کی صورت میں بھی دیکھتا ہے۔ نبی بھی پیغمبر ہے جو فرشتہ کی آواز سنتا پر اُسے دیکھ نہیں سکتا" پھر اُس نے بتایا کہ امام کا حال ہی نبی کا سا ہے ۔ نہ رسول کا سا[1]۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تمام ائمہ معصوم اور مقدس ہیں۔ اورآنحضرت کے خاندان[2] کے تمام مرد گناہ سے مبرہ ہے دنیا اُن کے زیر حکومت ہے اور پروردگار کے رحم کی نظر اُس کی مخلوق پر صرف اُن ہی کے ذریعہ پڑتی ہے۔ اگر وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں ۔ تو تمام مخلوق غارت ہوجائے۔ اگر نالائق لوگ اس حقیقت پر یقین نہ کریں اوراس سے انکارکریں۔ توبھی انہیں اس سے کچھ خوف نہیں[3]۔ امام باقر نے ہشام کے روبرو اپنی

---

[1] رسول کی زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طورپر مخصوص کیا جائے کہ اُس کے بنی نوع انسان تک پہنچائے۔

[2] پیغمبر صاحب کے خاندان سے مراد ہے،

[3] ماثر الباقر۔ صفحہ ۸۳

امامت کا حق ثابت کرتے ہوئے یہ آیت سنائی ۔" آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا۔ اپنی رحمت تم پر نازل کی۔ اوراسلام کو تمہارا مذہب قرار دیا[1]۔آگے چل کر اُس نے یہ بھی کہا کہ چونکہ شریعت کامل ہوگئی ۔ اس لئے آنحضرت نے باقی اسرار حضرت علی کو بتائے۔ اورپھر حضرت علی نے خاندان میں سے ایک کواپنا محرم رازبنایا۔جس نے رازِپنہانی سے واقفیت کا حق حضرت علی سے ورثہ میں پایا۔ ہشام نے پوچھاکہ جس حال میں کہ خدا کے بھیدوں میں کوئی شریک نہیں توپھر حضرت علی کو یہ حق کس طرح حاصل ہوا؟ باقر نے اس کے جواب میں آنحضرت کی کئی حدیثیں پڑھ سنائیں۔ جوانہوں نے اپنے اور حضرت علی کے تعلقات کے متعلق فرمائی تھیں۔ جن سے صاف نمایاں تھا۔ کہ آنحضرت کے نزدیک حضرت علی کیسا اعلیٰ رتبہ رکھتے تھے۔ ہشام نے کچھ دیر تامل کرنے کے بعد امام باقر اوراُس کے ساتھیوں کو واپس جانے کی اجازت دی۔ خلیفہ کے جاہ جلال ومنصب سے امام مطلق نہ ڈرا بلکہ اُن تمام سوالات کا جواُس سے کئے گئے بڑی دلیری اورجرات سے جواب دیتا رہا۔

ہشام نے فرمان بھیجا کہ امام کےسفر میں کوئی شخص ہر گز اُن کی مہمان نوازی اور مدد نہ کرےکیونکہ آنحضرت کی اولاد ہونے کے باعث وہ جادوگر ہیں اور اپنی ضروریات وہ خود ہی مہیا کرسکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدائن[2] کے لوگوں نے مطلق اُن کی خاطر تواضع نہ کی بلکہ برعکس اس کے ان کے لئے اپنے گھروں کےدروازے بند کرلئے ۔ آخر کارایک پیر مرد کے بہت منت سماجت کرنے کے بعد اُنہوں نے دروازہ کھولا اورانہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ وہ وہاں کچھ مدت آرام کرنے کے بعد وہاں مدینہ پہنچے۔

یہاں ایک اورتکلیف پیش آئی زید نامی امام حسین کا ایک اورپوتا اٹھ کھڑا ہوا اورامام زین العابدین کے بعد امامت کا وارث ہونے کا حق جتایا۔ باقر نے اپنے بھائی ابوجعفر سے اس کے متعلق مشورہ کیا اُس نے اسے یہ صلاح دی کہ کوفیوں

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۵

[2] اس زمانہ میں یہ شہر مشہور تھا کیونکہ یہاں ایک عالی شان مسجد تھی جہاں صحابہ میں سے ایک ایرانی مسلمان نامی مسجد کے قریب دفنایاگیا تھا۔ خلیفہ منصور کا دربار بھی کچھ عرصہ کیلئے یہاں پر ہوتا تھا۔ لیکن اب صرف کھنڈرات باقی رہ گئے ہیں۔

پر ہرگز بھروسہ نہ کرے اورنہ ہی اُن سے مدد کی توقع رکھے کیونکہ یہ وہی شہر ہے جہاں اُن کا دادا حضرت علی قتل کیا گیا اورجہاں امام حسن زخمی کیا گیا تھا جب اُسے معلوم ہوا کہ زید اپنے ارادے سے بالکل ٹلتا ہی نہیں تو اُس نے کہا کہ "بھائی تو ٹکٹلی پر کھینچ کر بدررو میں لٹکایا جائیگا" اوریہ کہکر رخصت ہوا زید اپنے معاملے کی پیروی کرنے کی خاطر ہشام کے پاس گیا سنی اس ملاقات کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب زید دیوان عام میں داخل ہوا تو اُسے حاضرین سے بھرا دیکھ کر پیچھے بیٹھ گیا۔

ہشام نے اُس کی بات بھی نہ سنی بلکہ اُسے کہا۔ " خاموش اے حرامزادے لونڈی کے بیٹے ! کیا تجھے خلیفہ بننے کا خیال دامنگیر ہے؟" زید نے جواب دیا کہ ماں کا لونڈی ہونا بیٹوں کو اعلیٰ مرتبہ اورمنزلت کا خیال کرنے اوراُس تک نہیں سعی وکوشش کرنے سے روکنے کی کافی وجہ نہیں۔ حضرت اسماعیل جوایک لونڈی کے بیٹے تھے ایک قوم عظیم کے باپ بنے اور آنحضرت کے آباد واجداد میں سے تھے۔ ان الفاظ کے ساتھ ملاقات ختم ہوئی ۔ اسی واقعہ کو شیعہ ذیل کے طریق پر بیان کرتے ہیں ۔

ہشام نے فرمایا ۔ اگر میں امام باقر کو دمشق آنے کا فرمان بھیجوں تو کیا اُسے مار ڈالے گا " زید نے بتایاکہ ارادہ تو یہی ہے سو ہشام نے حاکم مدینہ کو حکم بھیجاکہ امام باقر کو فوراً دمشق بھیجے حاکم بڑا دوراندیش تھاہشام کو بمنت پیغام بھیجا کہ چونکہ ایسے معزز شحص کو گرفتار کرنا باعث خطر ہے سو اگر خلیفہ اس ارادے کے ترک کردے تو عین مصلحت ہوگی ہشام نے اُس کی صلاح پر عمل کیا لیکن زید سخت ناراض ہوا اوراُس نے کہا کہ باقر نے ضرور حاکم مدینہ کو رشوت دی ہوگی بعد ازیں اس نے ہشام کو ترغیب دی کہ امام سے کہے کہ آنحضرت کے زرہ بکتر اورانگشتری ایک دم دمشق بھیجدے کیونکہ اسے یقین تھاکہ وہ ایسا کرنے سے ضرور انکار کریگا۔اوریوں اُس کے گرفتار کرنے کی ترکیب نکل آئیگی چونکہ امام صاحب فہم تھا۔ فوراً سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے اور ہشام کے حکم کے مطابق تمام اشیاء دمشق روانہ کردیں۔ زید نے اُن کا معائنہ کرکے کہا وہ

درحقیقت آنحضرت کی چیزیں نہیں لیکن ہشام کو اُن کے حقیقی ہونے کا ذرا بھی شک نہ گذرا زید نے دوبارہ ناکامیاب ہونے پرایک اورتجویز سوچی اوروہ یہ کہ ہشام کی اجازت سے ا س نے امام باقر کو ایک زہر آلودہ زین بجھوائی جونہی امام اُسے اپنے گھوڑے پر کسواکر اُس پر سوار ہوا۔ فوراً گر پڑا اور سخت علیل ہوگیا۔ تین روزتک متواتر بے ہوش پڑا رہ کر جان بحق ہوا یوں ایک اورامام سلام کے باہمی فساد اورتنازع کے باعث صیدِ نہنگ اجل ہوا باقر نے ۱۴۳ ہجری بمطابق ۷۳۱ء میں ٦٦ سال کی واجب التکریم سن میں وفات پائی اُس نے اپنے والد بزرگوارکی مانند کبھی کسی بلواوفساد میں حصہ نہ لیا۔

زید نے جوامام حسین کا پوتا اورامام جعفر کا بھائی تھا شورغل برپا کردی پندرہ ہزارکوفی اُسے اپنا امام تسلیم کرکے اوراُس کے فرزند یحییٰ کو اُس کا وارث قراردے کر خلیفہ کے مقرر کردہ حاکم عراق کے برخلاف روانہ ہوا جنگ شروع ہوگئی لیکن چند یوم کے بعد انہوں نے زید سے کہا کہ تو خلیفہ ابوبکر اورعمر کی بابت ہمیں اپنا خیال بتا جنہوں نے تیرے بزرگ علی ابن طالب کے ساتھ بے انصافی کی ۔ زید نے اُن کے خلاف کچھ بولنے سے انکارکیا اورکہا کہ " میں بنی امیہ کا مقابلہ محض اس وجہ سے کیا چاہتاہوں کہ اُنہوں نے میرے بزرگ امام حسین سے جنگ کی تھی"۔ اس جواب سے لوگوں کو دلجمعی نہ ہوئی سو دوسوکے سوا باقی تمام اُسے ترک کرکے بھاگ گئے اوراُسی وقت سے وہ رافضی کہلائے زید نے اُس چھوٹی سی جماعت کے ساتھ ہی جنگ جاری رکھی تاوقتیکہ وہ اوراُس کے تمام ساتھی ایک ایک کرکے مارے نہ گئے۔ اُسکی نعش گوسے کھود کر نکالی گئی اورصلیب پر لٹکائے جانے کے بعد جلائی گئی اُس کا بیٹا بھاگ کر خراسان چلاگیا اوروہاں کے حاکم کے برخلاف بغاوت کی اورقتل کیا گیا کوفیوں کی بیوفائی کا یہ تیسرا موقع تھا اوّل اُنہوں نے حسن ابن علی کو امام تسلیم کرکے اُس کے ساتھ بیوفائی کی ۔ پھر معاویہ کے ساتھ صلح کرنے کے خیال سے اُسے قتل کر ڈالا۔ ثانیاً امام حسین کو کوفہ بلا کر اُسے ترک کردیا۔ اب یہ تیسری مرتبہ زید سے بدعہدی کردینے سے اُس کی اوراُسے بیٹے کی موت کاباعث ٹھہرے۔ اس وقت سے ایک مثل مشہورہوگئی۔ یعنی کوفیوں سے بڑھ کر

کوئی بدعہد اور بے وفا نہیں[1]۔ زید کے مریدوں نے زیدیہ نام
کا ایک فرقہ قائم کرلیا۔ جس کے آخر کار جداگانہ اور جزو بن
گئے۔ زید یہ فرقے کا ایک جزو زید کی امامت کا حق ثابت کرتے
ہوئے یہ کہتا کہ امامت موروثی نہیں بلکہ عوام کو امام کے
انتخاب کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ اورامام کے لئے مردِ میدان
ہونا شرط مقررکرنا چاہیے۔ اس کے جواب میں امام باقر نے
کہا کہ یوں توامام زین العابدین کوہرگز امام نہ ہونا چاہیے تھا
کیونکہ اُس نے مطلق کبھی بھی جنگ میں حصہ نہ لیا۔ یحییٰ
کے وارث نے خلیفہ منصور کے عہد میں سرکشی کرکے
شکست پائی ۔ یہ مشہور ہے کہ امام جعفر نے صادق کے نام
سے اس آیت کی پیشنگوئی پہلے سے کی تھی اوریہ پیشنگوئی اُس
کے معجزات میں شمار کی جاتی ہے بنی زید یمن میں مسکن
گزین ہوئے ان میں سے کئی مشہورومعروف مصنف گزرے
ہیں یمن میں ٦٦٠ء سے بنی زید کسی قدربااختیار رہتے آئے ہیں
اس فرقہ کے ذریعہ سے زید یہ امامت اندریس کے ہاتھ آگئی
جوبھاگ کر مراقش گیا۔ وہاں ایک نئے خاندان کا آغاز ہوا
جوسنی خلفاء کو نظر اندازکرتا تھا۔اس خاندان کے زوال کے
ساتھ ہی افریقہ کے اُس حصہ میں بنی زید کا زوربھی جاتا رہا۔
اس زمانہ میں ملکِ ہندوستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔
ایک معزز سردار زید کی اولاد میں سے ہونے کے باعث
مشہوربھی ہے۔ مغربی ہند کے بوروں کے درمیان بھی اس
فرقہ کے لوگ ہیں۔ غرضیکہ یہ فرقہ ابھی تک موجود ہے۔
حالانکہ یہ لوگ تعداد میں بہت کم ہیں۔

---

[1] البغداری ۔ الفرق بین الفرق پیرا ۲۵۔ ٦ ۔مسعودی

باب چہارم

امام جعفر

امام جعفر فرزند امام باقر جس کا نام الصادق بھی ہے ۸۰ ہجری بمطابق ۶۹۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۴۸ ہجری (۷۶۵ء) میں اُس نے وفات پائی اورمدینہ کے گورستان میں اپنے بزرگ امام زین العابدین اورامام حسن کے درمیان مدفون ہے ۔ اُس کی والدہ خلیفہ ابوبکر کی صاحبزادی تھی ۔ چونکہ بنی اُمیہ کی سلطنت زوال پر تھی اس لئے اُ سکے ایامِ زیست آرام وچین سے نہ گزرے۔ اُس کے زمانہ میں ملک میں باہمی جنگ وجدل بڑے زوروشور سے ہوتے رہے۔ آنحضرت کے چچا عباس کی اولاد سے ایک شخص محمد ابن علی کو یہ خیال ذہن نشین ہواکہ بنی اُمیہ کے بجائے بنی عباس کوخلیفہ ہونا چاہیے ۔ میں نے اس کا مفصل بیان اورکتاب[1] میں لکھا ہے سو اس لئے یہاں محض خلاصہ کی ضرورت ہے اس نے کہا کہ امام حسین کی وفات کے بعد امامت کا وارث حضرت علی کا بیٹا محمد ابن حنیفہ ہوا جو زمین سے اٹھالیا گیالیکن اُس وقت زندہ تھا اورکسی جگہ پنہاں تھا۔ اُس نےاپنے اوپر اٹھائے جانے سے پیشتر اپنے فرزند ہشام کو امام مقررکیا اوراُس نے یعنی ہشام نے اپنے بسترمرگ پر محمد ابن علی کو اپنا جانشین نامزدکیا۔ اس قصہ کے بیان کرنے کا اثر اُس کے حسبِ منشا ہوا ۔ محمد ابن حنفیہ کے مریدوں کے فرقہ کیسامیہ نے اس قصہ کو باورکیا۔ فرقہ شیعہ نے پہلے تو اُن کے ساتھ اتفاق نہ کیا لیکن یہ کہکر اُن کی خاطر جمعی کی گئی کہ بنی اُمیہ اُن تمام کے دشمن ہیں اوراس بغاوت کی غرض محض آنحضرت محمد اوراُن کی تمام اولاد کے حقوق قائم کرنے کی ہے۔ ان مشتبہ الفاظ میں بنی عباس اورآلِ علی دونوں شامل تھے۔ آخر الذکر کواس سے دھوکا ہوا۔ اُن کا خیال تھا کہ اُس فساد سے اُن کے ائمہ کے حقوق یقینی طورپر قائم ہوجائینگے۔ لیکن بنی عباس نے فرقہ شیعہ کے ساتھ اس امر میں نہایت بے انصافی کی ۔ پس جب ابوسلمہ نے ایک خط جعفر کے نام بھیجا تواُ سنے خط کو بغیر پڑھے آگ کے سپرد کرکے نامہ بر سے کہا " جوابِ خط یہ ہے "

---

[1] بنی اُمیہ وبنی عباس کی خلافتیں (سی ایل ایس) پیرا ۴۷-۵۷ دیکھوزید ان بنی اُمیہ اوربنی عباس صفحہ ۱۴۶۔

بنی عباس نے مدینہ اوراُس کے گرد ونواح سے بہت سے لوگ اپنے ساتھ کرلئے شیعہ اُن کے جال میں پھنس چکے تھے اُنہیں اس امر کی بہت دیر میں خبر لگی کہ وہ بالکل الگ ہٹادئے گئے اور بنی عباس سے ایک نیا خاندان شروع ہوگیا کچھ مدت بعد بغداد دارالسطنت بنایا گیا۔ باقی ماندہ ائمہ کی تواریخ اُسی شہر سے تعلق رکھتی ہے۔ کوفہ میں ابوسلمہ نے مسجد میں کھڑے ہوکر حاضرین سے یوں تقریر کی کہ اُبو مسلم نے جہان کو بنی اُمیہ کے جوروستم سے مخلصی دینے کا عزم مصمم کرلیا ہے میرے خیال میں محمد جو خاندان عباس سے ہے ایک لائق اورقابل پیشوا ہے اورمجھے کامل امید ہے کہ آپ صاحبان بھی میرے ساتھ اس امر میں متفق الرائے ہیں۔ یہ سنتے ہی ناقابل اعتبارکوفی یکبارگی چلا اٹھے کہ وہ اُس کے ساتھ ہیں۔ سوا اس طرح جنگ متواتر جاری رہی تاوقتیکہ ۷۵۰ء میں بنی اُمیہ کے خاندان سے مروان نے جنگِ زاب میں شکست کھائی۔ بعد ازاں وہ مصر میں بھاگ کر پناہ گزین ہوا۔ لیکن اُس کے حریفوں نے وہاں بھی اُس کا تعاقب کیا اورآخر اُسے قتل کرہی ڈالا ۔ بنی عباس کے خاندان سے خلیفہ اوّل الصفاح نامی نے جس کا لقب خونریز تھا آلِ علی پر ازحد جوروجفاکی۔ کوفہ میں اُن کے مکانات مسمار کرکے اُن میں سے بہتوں کو مروڈالا۔ پس ماندگان وطن چھوڑکر بھاگ گئے۔ خلیفہ منصور کے عہدِسلطنت میں اُن کی حالت کسی قدر بہتر تھی۔ منصور جعفر الصادق کی موت کے درپے تھے اوراس ارادے کو عملی صورت دینے کی غرض سے اُس نے مدینہ میں اُس مکان کو جس میں امام مقیم تھا آگ لگوادی[1]۔ لیکن امام اوراُس کے احباب کو مطلق زیان نہ پہچنا۔ بنی عباس اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ جعفر الصادق سے اُن کی عداوت غیرواجب تھی کیونکہ اُسے تو سلطان بننے کا کبھی خیال تک بھی نہ گذرا تھا۔ وہ تو دینی ہدایت اوردینی طورسے اپنے مریدوں کو پر حکومت کرنے میں نہایت مستعد تھا اور دینی معاملات میں برابر لوگوں کی رہبری کرتا رہا۔

اہلِ خراسان بنی عباس کے طرفدارتھے اوراہل کوفہ آل علی کے حمایتی تھی۔ اور وہ یعنی آلِ علی بنی عباس سے

---

[1] عصر جعفریہ ۔صفحہ ٦٥

عہدوپیمان کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہوکر ۱۳۲ ہجری میں اتصفاح کے زیرحکومت ہوگئے۔

اتصفاح نے تمام فرقہ شیعہ کے قتل کو حکم دے دیا۔ کوفہ میں اُن کے مکانات تباہ کئے گئے اوراگرچہ ان میں سے بعض نے اپنی جان بچانے کی خاطر بنی عباس کی خوشامد بھی منظورکی لیکن وہ بالکل بے سود ثابت ہوئی۔ اتصفاح نے بنی اُمیہ کے مزارکھدواکراُن کی لاشیں نکالیں اورپھراُنہیں بڑی بے حمتی کے ساتھ برباد کردیا۔ خواتین اوربچوں کے سوا صرف چند آدمی فرقہ شیعہ سے بچے اوروہ بھی وہاں سے بھاگ کر ہسپانیہ میں پناہ گزین ہوئے چونکہ اتصفاح پر یہ امر بخوبی واضح کیا گیا کہ فرقہ شیعہ نے بنی عباس کو خلیفہ ہونے میں بہت مدد دی تھی۔ اس لئے اُس نے اُن کے قتل کا فرمان بند کردیا۔

اس وقت فرقہ شیعہ یہ امید کئے بیٹھے تھے کہ بنی عباس اپنے تمام دیگر عہدوپیمان کو بھی پورا کرینگے لیکن اُنہوں نے بجائے اس کے اُن کے ساتھ بیوفائی کی اور منصور نے اپنی طاقت بڑھانے کی خاطر یہ مناسب سمجھا کہ اس فرقہ کے تمام سرداراورمعززین کو قتل کروادیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کرکے حاکم مدینہ نے امام حسین کی اولاد کے تمام آدمیوں کو گرفتارکرکے کوفہ بھیج دیا۔ وہ وہاں مقیدکئے گئے کیونکہ اُن کے درمیان سے ہی اُنہیں رقابت کا ڈر تھا۔ جس وقت الصادق جعفر نے اُن سیدوں اوراُس کو مصیبت میں دیکھا تواُس کی آنکھوں سے بے اختیارآنسو جاری ہوگئے۔ بعض اُن میں سے زنجیروں سے جکڑے تھے۔ بعض کی گردن میں آہنی طوق پڑے تھے اوربعض کی مشکیں بندھی تھیں۔ اس وقت یہ حالت ہوگئی تھی کہ مکہ اورمدینہ دونو شہر مطلق محفوظ نہ رہے۔

کہتے ہیں کہ منصور نے محمد ابن حنفیہ کی پاسداری اس غرض سے شروع کی کہ یہ دیکھ کر جعفر ضروراُس کے برخلاف ہوکر اس کی حکم عدولی کریگا اوریوں اپنے تئیں سزا کا حقدار ٹھہرائیگا۔ لیکن امام بڑا دانشمند شخص تھا۔ ایسی چالاکیوں میں کب آنے والا تھا۔ شیعہ بیان ہے کہ منصور نے حاکمِ مدینہ کے پاس زہرآلودہ انگو بھیجے کہ کسی حیلے سے وہ امام

کو کھلادئے جائیں۔ اس میں منصور کامیاب ہوا کیونکر بیچارہ امام اُنہیں کھاکر مرگیا۔

امام جعفر نے اپنے مرنے سے پیشتر اپنے احباب ومرید پاس بلاکر اُنہیں نصیحت کی کہ نماز کو ہرگز چھوٹا بنانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ اگر اُنہوں نے ایسا کیا تووہ خدا کے حضور ہرگز اُن کی سفارش نہ کریگا۔ پھر اُنہیں ہمیشہ کارنیک کرنے کے لئے مستعد رہنے کی تاکید کی اوراپنے بعد اپنا بیٹا موسیٰ کاظم اپنا جانشین مقررکیا۔

جعفر ایک نہایت مہمان نواز شخص تھا کہتے ہیں کہ اس کا ایک نہایت خوبصورت اور وسیع باغ تھا جہاں انواع واقسام کے میوجات کے درخت لگے تھے۔ وہ میوے کے موسم میں ہر خاص وعام کے لئے کھولا جاتا تھا تاکہ سب اُس میں داخل ہوکر بلا تامل میوے کھائیں اورلطف اٹھائیں۔

اُس کی نیک زندگی ،لیاقت ،ملنساری اوردیگر اوصاف کا بیان شیعہ مورخین نے کیا[1] ہے اُسنے امام اورنبی میں یہ امتیاز کیاکہ نبی پر خداکا فرشتہ ظاہر ہوکر اُس سے کلام کرتا ہے۔ لیکن امام صرف اُسکی آوازسنتا ہے پراُسے دیکھ نہیں سکتا۔

جعفر کو اُس کے والد نے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی اور وہ عالم شباب تک اپنے والد کے ساتھ ہی اُس کے مکان میں رہا۔ وہ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ گفتگوکرتا تھا اوراُن کی باتیں بڑے صبر اوراستقلال سے سنتا اوراُن کاجواب دیتا تھا اُسے بیشمار قصے اورکہانیاں یادتھیں اوراس تشریح کا حوالہ یا اُس نے قرآن کی آیات کی کی تھی۔فرقہ شیعہ کے ماہرینِ علم الہٰی اکثر اوقات دیتے ہیں۔ وہ فلسفانہ مزاج رکھتا تھا اورساتھ ہی اس کے اعلیٰ اُستاد تھا۔ اُس کے بعض شاگردوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ابو حنفیہ اورمالک نے بعد میں قانون اور شرع کے دومذہب قائم کئے جواُن کے نام سے کہلائے۔ چنانچہ حیان بھی اُس کے طالب علموں میں سے ایک دینی مدرس گذرا ہے اس کی جماعت میں واصل ابنِ عطا نے جوفرقہ معتزلی کا بانی تھا۔ ایسے اصول پیش کئے جس کے باعث وہ جماعت سے خارج کردیا گیا۔

---

[1] عصرِ جعفریہ صفحہ ۱۴۶۔

جعفر تمام علوم پوشیدہ میں ماہر تھا۔ مشہور ومعروف کیمیا گرجا برابنِ حیان بھی اُس کا شاگرد تھا۔ جعفر نے سات لڑکے اورسات لڑکیاں اپنے پیچھے چھوڑے جن میں سے اسماعیل پہلا اورموسیٰ کاظم چوتھا تھا۔

امام جعفر الصادق نےپہلے اپنے بیٹے اسماعیل کو اپناوارث بنایا لیکن چونکه وہ اُس کے ایام حیات میں ہی فوت ہوچکا تھا۔ اس لئے پھرموسیٰ کاظم کو اپنا جانشین مقررکیا۔ بہت سے شیعه لوگوں کا خیال تھا که اسماعیل کے بعد امامت کا اصلی حقداراُس کا بیٹا حبیب تھا۔ اس لئے وہ اُس کی حمایت کرنےلگے جس کا نتیجه یه ہوا که فرقه شیعه میں اور بھی زیادہ نفاق پیدا ہوگیا۔ اسمعیلیوں کے مشہورفرقه کا آغاز یہی ہے۔ مصر میں خاندان فاطمه اسی جماعت نے شروع کیا۔ اس کتاب میں صرف فرقه امامیه کے ائمه کا ذکرکیا گیا ہے جنھوں نے موسیٰ اوراُس کے بعد کے چارائمه کو اصلی وارث تسلیم کیا۔ اسی وجه سے وہ "امامیه" (اثنا عشریه) کہلائے۔ وہ یه کہتے ہیں که امام مہدی علی ابن طالب کی بارہویں پشت سے ہوگا۔ ناظرین کے فائدکے لئے صفحه کے آخر میں چند کتب کے نام درج ہیں ۔ جن میں اسمعیلیوں کے مکمل حالات لکھے ہیں[1]۔ عرب کے بجائے شمالی افریقه میں یه فرقه زیادہ زورپر تھا۔ شہر بمبئی کے بورے بھی اسی جماعت سے ہیں۔

شیعه مورخئین کا بیان ہے که امام جعفر کو سلطنت حاصل کرنے کی کبھی خواہش نه ہونی اوراس لئے خلیفه کے برخلاف سرکشیوں میں مطلق مدد نه دی۔ منصور نے اس بات کو ہرگز باور نه کیا اورہمیشه اُس سے بدظن رہا۔ لہذا جیسے پیشتروذکر ہوچکا ہے اُسے زہر آلودہ انگور کھلواکر مروڈالا[2]۔ وفات کے وقت امام کی عمر ٦٠سال کی تھی۔ اُس کے مرنے کے بعد موسیٰ نے اُس کی نعش بقی کے گورستان میں عباس اورچاردیگر اماموں کے درمیان دفنائی۔

منصور ابومسلم کو جوایك لائق جرنیل اورمشہور بادشاہ بنانے والا تھا۔ شہرت سن کر گھبراگیا۔ کیونکه اُسے یه گمان گذراکه وہ ضروراپنی نمك حلال سپاہ کی مدد سے آلِ علی

---

[1] عصر جعفریه صفحه ۸۵

[2] The Drufes, Muslim Conquests in North Africa Osborne's under the Caliphs of Baghdad

کے لئے سعی کوشش کرکے خلاف اُن کے لئے جیت لیگا۔ اس
وجہ سے اُس نے ابومسلم کو بڑی بے رحمی سے قتل کروادیا۔
اب دوجماعتیں بن گئیں۔ اول یہ کہتی تھی کہ ابومسلم
درحقیقت مرا نہیں اورضرورپھرظاہر ہوکر انصاف کرے گا۔
یہ جماعت خورامیہ کے نام سے کہلاتی تھی ۔ دوسری
جماعت کا یہ اعتقاد تھاکہ وہ امامت کا اصلی وارث تھا
اوراُس کی موت کے بعداُس کی صاحبزادی فاطمہ امامت کی
مالک تھی یہ جماعت مسلمہ کے نام سے مشہورتھی۔ بعد
ازیں منصور نے اپنی توجہ فرقہ شیعہ کی جانب کی اوراُن کے
سرداروں اوربزرگوں پر سخت ظلم وستم کیا۔ کیونکہ اُس کے
خیال میں وہ باعثِ خطرتھے۔ اس نے ۷۷۵ ء میں بغداد سے
مکہ جاتے ہوئے راہ میں وفات پائی ۔ ان خارجیوں نے
المعنون کے عہد سلطنت میں سخت تکلیف دی۔

باب پنجم

امام موسیٰ کاظم

امام موسیٰ کاظم شہرمدینہ میں ۱۲۹ہجری (۷۴۶ء)
میں پیدا ہوا اور ۱۸۳ہجری یعنی ۷۹۹ء میں اُس نے شہر
بغداد میں وفات پائی۔اُس کی والدہ بربری کی باشندہ تھی۔
کاظم کے لفظی معنی ضابطہ یا روکنے والا ہے اوریہ لقب اُسے
اس لئے ملاکہ وہ ہمیشہ اپنی خواہشوں کو ضبط کرتا تھا۔
اوراپنے غصہ پر غلبہ پاسکتا تھا۔ وہ نہایت نیك اور متقی تھا
اورشہرمدینہ میں اُس کی بڑی عزت وتعظیم تھی۔ ذکرکرتے ہیں
کہ ایك مرتبہ وہ مدینہ کی ایك مسجد میں نمازکرتے ہوئے
سرُنگوں ہوا تمام رات اُسی حالت میں پڑا رہا۔ اوریہ دعا کرتا
رہا" اے میرے خالق توجومحبت کا سر چشمہ ہے مجھ
عاصی پرنظرکرم کر"۔

بغداد کے خلفاء نے اُس کے ساتھ سخت بدسلوکی
کی۔ اُن کے ذہن سے یہ بات بالکل مٹ گئی تھی۔ کہ آلِ علی
نے بنی عباس کی کس قدرمدد کی تھی اوراب وہ اِن کو یعنی آل

علی کو اپنے مخالفوں میں شمار کرنے لگے حلانکه کوئی ظاہرا بغاوت یا شورش کبھی نه ہوئی تھی۔ توبھی اس میں شک نہیں که اُن کے درمیان شکر رنجی ضرور تھی بنی عباس کا خلیفه المہدی حج کر نے کو مکه گیا اورامام موسیٰ کاظم کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ وہاں سے وہ اسے بغداد لے گیا اوراُسے ایک سال کےلئے قید کردیا پھر اُسے خواب میں حضرت علی نظر آئے جنہوں نے اُسے نازیبا حرکت کےلئے لعنت ملامت کی۔ دوسری صبح امام المہدی کے حضورطلب کیا گیا اوراُسے اس شرط پر که وہ آگے کو خلافت کی کسی طرح مخالفت نه کرے رہا کردیا گیا۔ مہدی نے اُسے واپس مدینه جانے پر ایک انعام بھی عطا فرمایا۔ مدینه میں اُس نے کچھ مدت آرام وچین سے زندگی بسر کی تاوقتیکه مہدی نے سیدوں سے بدظن ہوکر یه مناسب سمجھاکه امام کو قید کرلے لہذا اُسے گرفتار کرکے بغداد میں رکھا۔ خلیفه ہارون الرشید بھی مہدی کے نقش قدم پر چلا اوریحیٰ کے ترغیب دینے پر موسیٰ کاظم کو سخت تکلیف پہنچائی خلیفه نے امام کو مدینه سے بدل کر بصرہ میں رہنے کا حکم دیا۔کیونکه اُس کے خیال میں وہ بصرہ میں مخالفت کرنے بازرکھا جاسکتا تھا۔ عیسیٰ نامی ایک شخص نے جس کے زیر اختیار موسیٰ بصرہ میں رکھا گیا تھا۔ اُس کی عبادت وبندگی اوردینوی امور سے بے خبری دیکھ کر خلیفه کو ایک خط بھیجا ۔ جس کا مضمون یه تھاکه یا توموسیٰ اس قید سے رہا کیا جائے یا وہ یعنی عیسیٰ اپنی ذمه داری سے سبکدوش کیا جائے ہارون اس خط کو دیکھ کر سخت ناراض ہوا اورموسیٰ کوایک دم بغداد روانه کرکے پہلے اُسے فضل ابوربیع اورپھر یحییٰ کے ماتحت رکھا ۔ خلیفه کے امام کو جگه به جگه مختلف اشخاص کی زیرنگرانی رکھا اور یه اسلئے که شائد اُن میں سے کوئی تو ضروراُسے ہلاک کردیگا۔ مگر اُس کا مقصد بر نه آیا کیونکه ہر شخص اُس کی نیک اورصابر طبیعت سے متاثر ہوجاتا تھا۔ ایک دفعه ہارون سے شخصی ملاقات کے موقع پر اُسے مدینه جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن بعد میں بجائے اُس کے امام کو قید کردیا۔ بعد ازاں ایک خوبصورت نازنین اُس کے پاس بھیج دی که اُس پر زناکا الزام لگایا جاسکے۔ لیکن اُس میں بھی اُسے کامیابی نه حاصل ہوئی ۔ اب اس نے یحییٰ کی صلاح کے مطابق امام کو قید سے رہائی

بخشنے کا ارداہ کیا بشرطیکہ امام اپنی تمام خطاؤں کا اقرار کرے۔ لیکن امام موسیٰ نے اس سے انکارکیا بلکہ یہ جواب دیاکہ اُس سے خلیفہ کے برخلاف کوئی قصورسرزد نہیں ہوا۔ اوریہ بھی کہا کہ مجھے کامل یقین ہے کہ بہرحال میں اپنی مصائب سے خلاصی پانے کوہوں کیونکہ میری عمر کے دن چند روزہیں۔ آخرکارخلیفہ نے سندی ابوشائق کوامام کو زہر آلودہ انگورکھلانے کے لئے مقررکیا جن کے کھانے کے باعث وہ مرگیا[1]۔ البتہ سنی مورخئین اس بات سے منکرہیں کہ اُس کی موت زہرکھانے کے باعث وقوع میں آئی۔ یوں حضرت علی کے خاندان سے ایک اورامام موت کا لقمہ بنا جس کے ایامِ زیست محض تکلیفات کا مجموعہ تھے[2]۔

فرقہ شیعہ کو درحقیقت بنی عباس سے رنجش تھی کیونکہ موخرالذکرنے دھوکا دے کراُن سے مدد لی تھی اوراُس وجہ سے اُن کا امام کے زیراختیاراپنے اعتقاد کے مطابق خدا کی مقررکردہ جماعت کی صورت رکھنا حاکم الوقت کے لئے ضرورباعثِ تفکر اوراندیشہ ہوگا۔ لیکن اس سبب سے فرقہ شیعہ کے نزدیک امام موسیٰ کاظم کے ساتھ خلیفہ ہارون الرشید کا سلوک ہرگز درست وجائز نہ تھا۔ اس امر کو ضرور مدِنظر رکھئے کہ مذکورہ بالا تمام حال خصوصاً بیان زہرآلودہ انگورشیعہ تصنیفات سے ہی انتخاب کیا گیا ہے[3]۔

شیعہ مورخئین امام موسیٰ کاظم کی صفات حمیدہ کا حسب دستورمکمل بیان کرتے ہیں کہ امام کئی گھنٹے دعا میں صرف کرتا اوراکثراوقات کئی دن قرآن کے مطالعہ میں صرف کرتا۔ وہ رفیق الخلق اورفیاض تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُسنے خلاف کے حقدارہونے کا کبھی دعویٰ نہ کیا اورنہ ہی اُس کو اپنے قبضہ میں کرلینے کی مطلق کوشش کی۔ لہذا اس امر کے متعلق ہارون کا قیاس بالکل غلط اورنادرست تھا اوراس سبب سے اُس کا امام موسیٰ کوایذا پہنچائی بالکل ناجائزاورناواجب تھی۔

[1] بعض کہتے ہیں کہ پگلا ہوا سیسہ اسے کھلایا گیا تھا۔ ونسٹن کی "تیغ اسلام" صفحہ ۲۴۴۔

[2] علوم کاظمیہ صفحہ ۹۶۔

[3] السیوطی اورمسعودی ہر دو مورخئین اُن کے ستائے جانے کے متعلق مطلق ذکر نہیں کرتے اورامیر علی عربوں کی مختصر تاریخ میں ہارون کے نیک سلوک کا ذکر کرتا ہے۔

علوم کاظمیه (پیرا ۱۱۹- ۱۲۶) میں امام اوراہل نصاریٰ کے درمیان ایک مباحثہ کا طول طویل بیان درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سے کہاگیا تھا کہ قرآن سے ایک آیت پیش کرے جس سے آنحضرت کا نام بنتا ہے۔ اُس نے ح اور میم دوحروف بتائے جوبعض سورتوں کے شروع میں آتے ہیں اوربتایاکہ " میم " سے محمد مراد ہے۔ غرضیکہ یہ لکھا ہے کہ اُس پادری نے بعمہ دیگر اہلِ نصاریٰ کے اسلام قبول کرلیا۔ بیان اگرچہ دلچسپ تو ہے مگریک طرفہ ہے کیونکہ تمام دلائل امام ہی کی دی ہوئی ہیں۔اُن دنوں یہ عام بحث تھی کہ کونسا امام پھر المہدی کی صورت میں ہوکر دوسروں کی ہدایت کریگا"۔ اوراُسکے متعلق مختلف خیالات کئے جاتے تھے۔ المہدی کے متعلق کئی قصے رائج ہیں لیکن اس کا مفصل بیان اس کتاب کے آخری حصہ میں کیا جائیگا۔

قاسمیہ فرقہ کے خیال کے بموجب محمد ابن حنفیہ ابھی تک زندہ ہے اورکوہِ رضوہ پرگوشہ نشین ہے جہاں وہ خلوتی زندگی بسر کرتاہے۔ اُس کی پرورش آب وشہد کے دوچشموں سے ہوتی ہے جواُس کے قریب ہی رواں ہیں۔ اُس کی محافظت کے لئے ایک شیر ببراورایک چیتا مقررکئے گئے ہیں اوروہ پھر المہدی کی صورت میں ظاہر ہوگا[۱]۔ محمد یہ فرقہ کا ایمان ہے کہ محمد نامی حضرت علی کا ایک پڑپوتا جوفی الحال کوہِ حجر میں پنہاں ہے المہدی ہوکرپھرآئیگا "۔ باقریہ فرقہ یہ تسلیم کئے ہوئے ہے۔ کہ امام باقرالمہدی کی شکل میں ظہورپذیر ہوگا۔ موسویہ فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امام موسیٰ کاظم المہدی کی صورت لے کرپھر نمودارہوگا۔

---

[۱] البغدادی ۔ الفرق بین الفرق صفحہ ۴۸

باب ششم
امام الرضا

امام علی رضا ء ۱۵۱ ہجری مطابق ۷۷۰ ء میں شہر مدینہ میں پیدا ہوا اور ۲۰۰ ہجری مطابق ۸۱۹ میں طوس میں فوت ہوا۔ اس کی پیدائش کے متعلق کئی حیرگ انگیز اورنادر واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی ثنا وحمد گانا(تسبیح وتحمید) اور اُس کی تعریف میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اوپراٹھانا۔ اس کے والد امام موسیٰ کاظم نے الرضا کو اپنا وارث اس لئے قرار دیاکہ اُس کے خیال میں وہ اسن کے دیگر بیٹوں سے زیادہ اس منصب کے لائق تھا۔ اس وقت ایک نئی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی جو وقفیہ نام سے کہلاتی تھی اورجن کااعتقاد تھاکہ امام موسیٰ کاظم مرنہیں گیا۔ پر کسی جگہ پنہاں ہے۔ چونکہ وہ آخر میں پھر المہدی کی صورت میں ظاہر ہوگا اس لئے کوئی اورامامیت کے عہدے پر معمور نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ وہ فرقہ زیدیہ اور فرقہ اسمعیلیہ سے زور وطاقت میں کم تھے توبھی اُنہوں نے کچھ مدت کےلئے ملک میں بدامنی پھیلائے رکھی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد باقی ماندہ شرکاء بھی راسخ الاعتقاد شیعہ فرقہ میں شامل ہوگئے[۱]۔

الرضا کی زندگی کا سب سے دلچسپ واقعہ خلیفہ ماموں سے اُس کی دوستی تھی۔اس وقت سلطنت سخت بد انتظامی کی حالت میں تھی اور مامون اپنے وزیر فضل انب سہل کے زیر اثر تھا۔ پس فضل نے مامون کو صلاح دی کہ سنی اورشیعہ فساد کو دورکرنے کا بہترین طریقہ امام الرضا کو اپنا وارث قراردینا ہوگا۔ چونکہ مامون تمام سابق خلفاء کے دستورکے برعکس فرقہ شیعہ کو نظر نیک سے دیکھتا تھا۔ لہذا اس نے فوراً الرضا پر اپنی خواہش ظاہر کی اوررجا ابن صحاک کو بیش قیمت انعام وکرام دے کر امام کو لے آنے کے لئے بغداد کی جانب روانہ کیا۔ لیکن امام نے اس سے کہا کہ مجھے اس شرف کے حاصل کرنے کی ہرگز تمنا نہ تھی۔ پرچونکہ ظاہر ہے کہ میرے نصیب ہی میں لکھا ہے۔ اس لئے میں اُن کے ہمراہ جانے کو تیارہوجاؤنگا۔ شہر مکہ پہنچ کروہ حسب

---

[۱] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۳۲

معومل رسوم بجالایا ۔ اس کا کم سن بیٹا محمد تقی بھی اس کے ساتھ ہی تھا اوراُس نے بھی ایک نوکر کے کاندھے پر بیٹھ کر کعبہ کے گرد طواف کیا۔ راہ میں آرام کی خاطر امام نے کئی مقامات پر قیام کیا اورہر جگہ لوگوں نے اس کی خاطر تواضح خوب کی ۔ ایک جگہ اُس نے بادام کا بیج زمین میں بویا اوریہ مشہور ہے کہ اس درخت کا پھل ہر قسم کے امراض کے لئے اکسیر ثابت ہوا ہے۔

جب وہ مرد پہنچا تو مامون نے اس کا استقبال کیا اور ایک وسیع وعالیشان محل خاص اس کی رہائش کےلئے اورایک اُس کے چشم وخدم کے لئے مخصوص کیا۔ بعد ازیں مامون نے چاہا کہ خلاف امام کے سپرد کردے۔ لیکن امام نے اُس کو لینے سے انکارکیا اورکہا کہ " چونکہ یہ منصب تجھے خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے لہذا تجھے اختیار نہیں کہ اُسے کسی دوسرے کے حوالے کردے "۔ اس نے خلیفہ کو یہ بھی جتادیا کہ اُس کی طبعیت مطلق دینوی امورکی جانب راغب نہیں۔ مامون نے اُسے جواب دیاکہ اگروہ یعنی امام اُس کی مرضی کے مطابق نہ کریگا تواُس کی جان خطرہ میں ہوگی ۔ لہذا امام نے خوف زدہ ہوکر مجبوراً اس کی بات مان تو لی لیکن صرف اس شرط پر کہ وہ دینوی معاملات کے فیصلہ کے لئے کبھی طلب نہ کیا جائے۔ بعد ازیں امام نے یوں دعا کی " اے خداتعالیٰ تجھے معلوم ہے کہ میں اس بات کے ماننے پر کس قدر مجبور کیا گیاہوں۔ اس لئے مجھے اس کےلئے سرزنش نہ کیجیو اورنہ ہی حضرت یوسف اورحضرت دانیل کے موافق مجھ سےاس کا جواب طلب کیجئیو"۔ ایک مرتبہ دربارکے موقع پر مامون نے اپنی صاحبزادی ام الحبیب امام کو شادی میں دی ۔ حالانکہ سلطنت کے امراء وزراء اس وقت حاضرت تھے۔ جب کہ مامون نے امام کو اپنا جانشین قراردیا اوروہ اس تجویز سے متفق نہ تھے توبھی اُنہوں نے امام کو کمال عزت وتعظیم کے ساتھ قبول کیا۔ اس کے بعد مامون کی اس تجویز کی اطلاع ملک کے تمام صوبجات میں بھیجی گئی ۔ اوراسوقت سے لے کر خلیفہ کے نام کے ساتھ امام کا اسم مبارک تھی تمام دعاؤں کی فہرست میں شامل کیا گیا ۔ بنی عباس کے قومی سیاہ جھنڈے کے بجائے اب فرقہ شیعہ کے سبز جھنڈے بلند کئے گئے اورتمام ملک میں فرمان جاری ہوا کہ لوگ اپنی سیاہ رنگ

کی پوشاک کو ترک کردیں۔ امام کا اسم شریف مروجہ سکوں پر چھاپا گیا۔ مدتِ عظیم کے بعد مرد میں کچھ سکے ملے جن میں یہ کنندہ تھا۔ خدا اورایمان کا بادشاہ مامون امیر اورخلیفہ مومنوں کا۔ اوررضا مسلمانوں کا امام۔ مامون نے امام سے درخواست کی کہ مسجد میں رمضان کی نماز وہ پڑھے تاکہ عوام پر ظاہر ہوجائے کہ وہ درحقیقت ماموں کا وارث ہے امام نے اس بات کو پہلے تونہ مانا کیونکہ یہ شرف صرف خلفاء ہی کو حاصل تھا لہذا ماموں کے لئے ہی یہ کرنا واجب اورجائز تھا لیکن آخر کاراُس نے اس شرط پر منظورکیاکہ وہ اسے آنحضرت اورحضرت علی ابن طالب کے حسب دستور پڑھے مامون نے اُسے اجازت دی۔ امام کے ہمراہ ایک پُرجوش جماعت مسجد میں داخل ہوئی اوراُس کی تعظیم شاہانہ طورپرکی۔ جب مامون کے اس ارادے کی خبر بغداد پہنچی تو بنی عباس کے پیشواؤں نے شور مچایا۔ اورمامون سے بگڑگئے اُنہیں یہ گمان ہوا کہ فضل نے مامون کو وراثت کے تبدیل کرنے کی ترغیب دی ہوگی سواُنہوں نے مامون کو خلافت کے عہدے سے علیحدہ کردینے کا قصد کرکے اُس کے

چچا ابراہیم کو خلیفہ مقررکرلیا اوراُسے المبارک کا خطاب بھی دے دیا۔ اورمامون کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ اپنے ارادہ سے بازنہ آئیگا تو وہ اسے مارڈالینگے۔ اس اثنا میں ابراہیم اپنے پاس سے سپاہ کو تنخواہیں دیتا رہا۔ فضل نے یہ سب معاملات مامون سے پنہاں رکھے لیکن الرضا کو جونہی اس امر کے متعلق خبر ہوئی اُسے خوف ہوا کہ کہیں فساد نہ شروع ہوجائے اوراس لئے فوراً خلیفہ مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اوراسے تمام کیفیت سنائی مامون اپنے وزیر فضل کی اس حرکت سے حیران ہوا اوراُس کے قتل کا حکم دیدیا لیکن چونکہ وہ یہ نہ چاہتا تھا کہ اُس کے قتل کا الزام اُس کے ذمے لگے لہذا اُس نے اُس کے قاتلوں کو بھی ہلاک کردیا۔ اُس فوج نے جوابراہیم کے مقابلہ کے لئے بھیجی گئی تھی شکست کھائی ۔ اب مامون کے ذہن میں اس خیال نے جڑپکڑلی کہ امام کے متعلق اُس کی تجاوز کا کامیاب ہونا ممکن نہیں سواُس نے اپنا رخ بدل لیا۔

اگرچہ کچھ مدت تک اُس نے امام کے ساتھ ظاہرا دوستی جاری رکھی۔ لیکن درحقیقت اُس کے دل میں امام کی طرف سے بدظنی اورشک موجود تھے۔ اس کے متعلق بیشمار

قصه، کہانیاں مشہور ہیں۔لیکن ہم یہاں اُن میں سے صرف ایک ہی کا بیان کیا چاہتے ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے که امام نے دیکھا که خلیفه نماز پڑھنے سے پیشتر وضو کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں پر ایک غلام سے پانی ڈلوارہا تھا امام نے اُسے ٹوکا اور کہا که بندگی کے وقت کسی دوسرے شخص سے کچھ کروانا واجب ودرست نہیں ۔ ماموں سے غصه سے بھر گیا۔لیکن غصه کو ضبط کرکے فوراً برتن غلام کے ہاتھ سے لے لیا اور نمازختم کی۔ مامون کے خیال میں رسوم کی لفظی پابندی کی چنداں ضرورت نه تھی۔ لیکن اس کے متعلق امام کا خیال بالکل برعکس تھا ۔ لہذا اُس نے خلیفه کو بڑی جرات اور دلیری سے منع کیا۔ مامون نے اسے ہتکِ عزت سمجھا اوراُسے گمان ہوا که امام کو اپنے اختیارات کی نسبت غلط فہمی ہوگئی اس کانتیجه یه ہوا که امام کے متعلق اس کے خیالات زیاده پخته ہوگئے اوراس کے ذہن میں تفکر کا بیج بویا گیا[1]۔ بعد ازیں اُس نے امام کو زدیل کرنے کا کوئی موقع فروگذاشت نه کیا۔

[1] تحفه رضوانیه صفحه ۱۹۲

یه مشہور ہے که الرضا اپنی شہادت کی پیشینگوئی پہلے ہی کرچکا تھا اُس بیان کا خلاصه یه ہے که جس وقت خلیفه ہارون الرشید مدینه گیا تھا اُسی وقت امام نے کہا تھا که میری قبر ہارون کی قبر کے قریب ہی ہوگی جس وقت وه بغداد سے روانه ہوا تھا اس وقت اس نے اپنے دبیرحسن ابن عباد سے کہد یا تھا که اُسے یعنی امام کو بغداد دیکھنا پھر نصیب نه ہوگا اورحارثم کو اپنے کفن دفن کے بارے میں تمام ہدایتیں دی تھیں۔

حارثم کا بیان ہے که امام نے دودن قبل ازمرگ اُس سے کہا که " اے حارثم اب میری زندگی کا آخر قریب ہے میں اپنے خالق کے پاس پہنچ کر اپنے مقدسین اور مومنین سے پھر ملونگا۔ اے حارثم اس بے وفا مامون نے مجھے زہر کھلوانے کا قصد کرلیا ہے[2]۔ ہارون کی گور کے پیچھے مشرق کی جانب میری قبر بنوانے کی کوشش کریگا۔ لیکن زمین کے سخت ہونے کے باعث اُس جگه قبر کا کھودنا بالکل ناممکن ثابت ہوگا۔ اس موقع پر تواُسے مغرب کی جانب قبر کھدوانے کو

[2] تحفه رضوانیه صفحه ۲۱۱

کہیو۔ جس وقت قبر کھدکر تیار ہوجائیگی تو وہ پانی سے بھر جائیگی اوراُس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں تیرتی ہوئی نظر آئینگی۔ لیکن ایک بڑی مچھلی آکر اُن سب کو نگل جائیگی اوریکایک پانی خشک ہوجائیگا"[1] لکھا ہے کہ اُس کے کہنے کے مطابق بعینہ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماموں نے حیرت زدہ ہوکر الرضا کا حقیقی اوربرحق امام ہونا تسلیم کیا اوراس کا اقرار بھی کیا۔

مامون نے امام کو اپنے حضور طلب کیا اورکمال عزت کے ساتھ اس کا استقبال کیا اورایک نوکر کو حکم کیاکہ نہایت اعلیٰ اورعمدہ انگور اورانار اُس کے آگے پیش کرے۔ امام نے ان میں سے صرف ایک دوانگور کے دانے کھائے اورکچھ گھنٹوں کے بعد جان بحق ہوا۔ ایک اوربیان ہے کہ طشتری میں نہایت مزیدار اورخوش ذائقہ میوے چنے ہوئے اُس کے سامنے رکھے گئے امام کے چہرے پر تبسم کے اظہار نموادر ہوئے اوراُس نے اپنے آپ سے کہا " فردوس کے میوے اس سے شیریں ترہیں"۔ لیکن خلیفہ کے اصرار کرنے پر صرف دویا تین دانے چکھے اوررخصت ہونے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ مامون نے اُس سے پوچھا " تو کہاں جارہا ہے" امام نے فوراً جواب دیا " جہاں تو مجھے بھیج رہا ہے"[2]۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ مامون نے اُسے خلوت میں شربت پلایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ماموں نے اس معاملہ میں کسی پر بھروسہ نہ کیا بلکہ اس کام کو خود اپنے ذمہ ہی لیا۔اُسے یہ ڈرتھا کہ شائد کوئی دوسرا جس کے سپرد وہ اُس کام کو کرے امام کی نیکی سے متاثر ہوکر اُسے شربت نہ پلائے۔ یا شائد شربت کے زہرآلودہ ہونے سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اُسے یونہی رکھ دے اور امام اُسے نہ پیئے۔

مامون نے امام کے فوت ہونے پر اُس کی تجہیز وتکفین کی تمام رسوم بڑی خوبی سے ادا کیں اوراپنا رنج والم بھی خوب ظاہر کیا۔ لیکن شیعہ مورخئین کا یہ خیال ہے کہ یہ

[1] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۲۹۳

[2] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۲۱۴۔ شیعہ مورخئین مامون کو زہردینے کیلئے مجرم قراردیتے ہیں بقول زیدان اثر اورفجری کا بھی یہی خیال ہے دیکھو صفحہ ۲۰۸۔ السیوطی محض اس کی موت کا ذکر کرتا ہے ۔ اورمسعودی (جلد ہفتم صفحہ ۶۱) میں بیان کرتا ہے کہ امام بدہضمی کے باعث مرا ۔ لیکن بعض یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زہرآلودہ پھل کھانے کے سبب مرا۔

سب کچھ اُس نے اپنا جُرم پوشیدہ رکھنے کی غرض سے کیا اور اُس کا رنج مصنوی تھا۔ اُس نے امام کی قبر بالکل خلیفہ ہارون الرشید کی قبر کی مانند بنوائی تاکہ فرقہ شیعہ کو نذرونیاز کے وقت امام کی قبر ڈھونڈھنے میں سخت دقت درپیش آئے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُنہوں نے کسی ترکیب سے اسے معلوم کرہی لیا کیونکہ مدت مدید کے بعد مشہورومعروف سیاح ابن بطوطہ اُس کی قبر دیکھنے گیا اوراس کے متعلق اُس کا بیان حسبِ ذیل ہے" امام الرضا کی خانقاء توخوب آراستہ ہے، لیکن ہارون الرشید کی قبر کی مطلق تعظیم وتکریم نہیں کی جاتی، کیونکہ ہرایک شیعہ جوامام کی خانقاء کی زیارت کےلئے جاتا ہے پہلے ہارون کی قبر کو ٹھوکر لگاتا ہے پھر امام کی خانقاء کےلئے ایزدتبارك ومعلیٰ سے برکت کے لئے دعا کرتا ہے"۔

جس وقت بغداد میں مفسدوں کو امام کی موت کی خبر پہنچی توچونکہ بغاوت کی وجہ ہی رفع ہوگئی تھی اُنہوں نے پھر ماموں کی اطاعت کی، ابراہیم دوسال حکومت کرنے بعد آٹھ سال تک کسی جگہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا، بنی عباس کے سیاہ جھنڈے اورلباس ایک مرتبہ پر رائج ہوگئے یوں ایک اورامام ملکی بدامنی مسلمانوں نے باہمی حسد اور خلیفہ کی خود سرطبعیت اوراُس کی بزدلی کے سبب موت کا لقمہ ہوا۔ اوراُس کی موت کے ساتھ ہی اس مصیبت کا خاتمہ ہوا۔

امام کے اوصاف اورصفات کا بیان طول طویل ہے[1] حالانکہ وہ مبالغہ سے خالی نہیں توبھی کسی قدرغور کے لائق ضرور ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرقہ شیعہ کے شرکاء کو شروع ہی سے یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ ائمہ کی کسی قدرعزت وتعظیم کریں۔ الرضا کی بابت لکھا ہے کہ وہ نہایت ہی مہذب اورنیک طبع تھا وہ ہرایک کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا اوراپنے خادموں سے ہمیشہ محبت کا سلوک کرتا تھا۔ وہ دیندار اورحلیم تھا اورتکبر اس میں نام کوبھی نہیں پایا جاتاتھا وہ غریب پرورتھا اوراپنے معتقدوں کا سچا ہمدرد تھا[2] وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس قدر مستعد رہتا تھا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں نماز پڑھتے ہوئے ایک ہزار

---

[1] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۲۲۷، ۲۴۳

[2] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۲۳۹

رکعت کرتا۔ پھر قدرے آرام کرنے کے بعد باقی وقت یادالٰہی میں صرف کرتا تھا۔ جب کبھی اُسے صبح کے وقت سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تو تسبیح ،تمجید، تکبیر اور تحلیل مکمل طورپر پڑھتا تھا۔ وہ کل نمازکئی مرتبہ دن میں پڑھتا ۔ بندگی وعبادت کے وقت وہ سورہ منافقوں،سورہ جمعہ، سورہ غاشیہ، پڑھتا اور رات کوبستر پرلیٹے ہوئے قرآن کی دعائیں پڑھتا رہتا تھا۔ جب فردوس اورجہنم کا نام آتا تو زار زار روکرخدا کی معافی مانگتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ بسم اللہ ہمیشہ بڑے زور سے بولتا تھا۔ وہ علم الٰہی میں بھی ماہر تھا اُس کی لیاقت زباندانی لاثانی تھی[1]۔

اہل انصاریٰ کے ساتھ اس کے بحث ومباحثوں کا بھی لمبا بیان ہے جن میں وہ ہمیشہ فتحیاب دکھایا جاتا ہے[2] ہے غرضیکہ شیعہ مورخین کی روسے وہ مومن اکمل گذرا ہے ۔

امام الرضا کوکھجوریں نہایت ہی دلپسند تھیں۔ جب اُس سے اس کی وجہ دریافت کی گئی توجواب دیاکہ آنحضرت اورکل ائمہ کوبھی جن میں اُس کا والد بزرگوارامام موسیٰ کاظم بھی شامل ہے یہ بہت پسند تھیں۔

وہ عطر یات کا دلداہ تھا اوراُنہیں روزانہ استعمال کرتا تھا۔ ہر وقت اس کے پاس ایک آبنوسی ڈبیہ رہا کرتی تھی۔ جس کے متفرق خانوں میں مختلف قسم کے عطر رکھے رہتے تھے[3]۔ کیونکہ وہ کہتا تھا کہ عطر اُن اشیاء میں سے ایک ہے جوانسان کے دل کو فرحب بخشتی ہیں۔ وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ انسان کوچاہیے کہ روزانہ نہیں توکم ازکم ہفتے میں اپنے جسم پر عنبر اور مشک کا تیل ملے۔ قرآن میں کئی ایک ایسی آیات ہیں[4] کہ جن کے پڑھنے سے خبیث آدمی جن اور شیاطین دوررہتے ہیں چنانچہ وہ اس کا غذ پر یہ آیات لکھی ہوئی ہوتی تھیں ۔ خوشبودارپانی چھڑکا کرتا تھا۔

---

[1] تحفہ رضوانیہ پیرا ۲۴۰-۴

[2] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۲۴۴

[3] تحفہ رضوانیہ صفحہ ۲۳۴

[4] آیت الکرسی ،الحمد معوذتین (سورہ الناس ۱۱۴-۱-۶)۔

باب ہفتم

امام تقی

الرضا کا بیٹا محمد اُس کا جانشین ہوا، وہ ۱۹۵ ہجری (۸۱۱ عیسوی) میں پیدا ہوا اور ۲۲۰ ہجری یعنی ۸۵۳ء میں بغداد میں مرگیا اور قریشی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جہاں اُس کا دادا موسیٰ کاظم دفنایا گیا تھا۔ اُسے جواد یعنی سخی اور تقی یعنی پرہیزگار کے القاب عطا ہوئے تھے۔ موخر الذکر لقب سے اس جگہ اُسے یاد کیا جائیگا۔ فرقہ واقفیہ (واقفیت رکھنے والے) نے امام الرضا کو بڑی تکلیف دی کیونکہ وہ بے اولاد تھا جواب یہ ملا کہ خدا اُسے ایک بیٹا بخشیگا۔ چنانچہ ایک سال کے بعد محمد تقی پیدا ہوا۔ امام الرضا سے پوچھا گیا کہ اس کی وفات کے بعد کون اُس کا جانشین ہوگا۔ اُس نے جواب دیا" محمد تقی" اس پر اعتراض کیا گیا کہ اُس کی عمر تو صرف تین سال کی ہے۔ اس کے جواب میں معترض کے سامنے وہ آیتِ قرآنی پیش کی گئی۔ جس میں مسیح جو ابھی بچہ ہی تھا یوں کلام کرتا ہے" میں خدا کا خادم ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی مقرر کیا ہے[1]"۔ لہذا تقی کی کم سنی امامت کے رستے میں مانع نہ ہوئی۔ اس قسم کے بحث مباحثے کے ذریعہ فرقہ واقفیہ اپنی مخالفت کا اظہار کردیا کرتے تھے۔ لیکن باوجود کم عمری کے تقی نہایت عالم اور ہر فن میں ماہر تھا جس کو دیکھ کر اُسکے دشمن خاموش ہوگئے۔ یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا کے مقررکردہ امام کی لیاقتوں کا انحصار عمر پر نہیں ہوا کرتا۔

ایک دفعہ خلیفہ مامون ایک بڑی جماعت کے ساتھ شکار کھیلنے جارہا تھا۔ تقی کئی ایک اور لڑکوں کے ساتھ راستے میں کھیل رہا تھا۔ مامون کی سواری دیکھ کر باقی تمام لڑکے ڈرگئے اور دوڑگئے لیکن تقی جس کی عمر اس وقت نو سال کی تھی ذرا نہیں ڈرا بلکہ کھڑا دیکھتا رہا۔ مامون یہ دیکھ کر خوش ہوا اور پوچھا" اے لڑکے تو کون ہے؟ تو کیوں بھاگ نہیں گیا"۔ جواب دیا" اے امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں ڈر کر دوڑجاتا"، " تیرا باپ کون ہے" امام محمد ابی ابن الرضا " مامون کو یہ سن کر رنج ہوا اور وہ چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اُس نے پھر انہی بچوں کو

[1] سورہ مریم آیت ۳۱

کھیلتے پایا اورپھر وہی بات دیکھنے میں آئی ۔ مامون کو تقی کے
جوابات برجستہ سن کر خوشی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ وہ جب وہ
اُس کے سامنے یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ امام کے لئے مناسب
نہیں کہ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلے تواُس نے کچھ
جواب نہ دیابلکہ کھڑا ہوکردیکھتا رہا۔ مامون نے خوش ہوکر
اُسے دعوت دی کہ وہ شاہی محل میں سکونت اختیارکرے۔
اورعلماء کے اجلاس میں شامل ہواکرے۔ اُس نے اُس
دعوت کو قبول کیا۔ جب اُس سے کوئی جواب پوچھا جاتا تھا تو
وہ ایسے طریق پر جواب دیتا تھا کہ ہرایک کی دلجمعی ہوجاتی
تھی۔ مامون نے یہ ارادہ کیاکہ اپنی نوعمر بیٹی ام الفضل کی
شادی امام تقی کے ساتھ کروادے۔لیکن بنی عباس نے اس
خیال سے کہ اس سے آل علی کی طاقت بڑھ جائیگی ۔ اس شادی
پر اعتراض کیالیکن مامون نے ان اعتراضات کی چند پروا نہ کی
بلکہ یہ جواب دیا کہ امام تقی لائق اورہر طرح سے اس شادی
کے قابل ہے اوراگرتمہیں اس کی نسبت کچھ اشتباہ ہے تواُسے
آزما لو۔ چنانچہ اُس نے اس آزمائش کےلئے چند علمائے
روزگارکی ایک مجلس مجمع کی۔ جس میں بڑے بڑے مشکل
اورپیچیدہ مسائل کے امام روبرر کھے گئے۔ لیکن اُس نے ہرایک
سوال کا خاطر خواہ جواب دیا۔ جس سے اُس کے مخالفین
دنگ رہ گئے اور دانت پیسنے لگے۔ ایک اور محفل میں مامون
نے امام کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھا کر سوال کرنے والوں
کوحکم دیا۔ کہ اس سے سوالات پوچھیں۔ کہا جاتا ہے کہ
قاضی نے جب اُسے ایک پیچیدہ سوال کا بطریق احسن جواب
دیتے سنا تو انگشت بدنداں رہ گیا۔ رنگ فق ہوگیا۔ چہرہ اتُرگیا
اورعرق خجالت میں ڈوب گیا ۔ اس کے علاوہ اورکچھ چارہ
نظر نہ آیا کہ خاموش ہوکر دروازہ میں بیٹھ جائے ۔ کچھ
عرصہ کے بعد بنی عباس اُس کی لیاقت اورعلمیت کے قائل
ہوگئے۔ اس کی شادی ہوگئی۔ ایک سال کے بعد خلیفہ نے
امام تقی اوراُس کی بیوی کومدینہ کی طرف جانے کی اجازت
دی۔ بنی عباس نے اس بات پرکچھ اعتراض نہ کیا بلکہ خوش
ہوئے کیونکہ وہ مامون کے اس رحجان طبع کو جس سے وہ
آل علی کی طرف ہوجاتا تھانہایت ناپسند کرتے تھے۔ بنی
عباس ہمیشہ اسی ادھیڑ پن میں رہتے تھے کہ کسی طرح اُم
الفضل اوراُس کے شوہر میں ناچاقی کروادیں یہ شادی امام

تقی کے باعثِ خوشی نہ ہوئی۔ کیونکہ ام الفضل کا رویہ ایسا نہ تھا کہ باہمی دوستی اورمحبت کا موجب ہوتا ۔ دشمن کی راہ سے وہ اپنے باپ کو ایسے خطوط لکھتی رہتی تھی کہ امام تقی لونڈیوں سے تعلقات رکھتا ہے۔ مامون نے اسے ایسے الزام لگانے پر متنبہ کیا اوراظہارِ ناراضگی کیاکہ وہ جائز باتوں کو ناجائز ٹھہراتی ہے وہ تین سال تک مدینہ میں رہی ۔ لیکن ہر وقت اپنے خاوند کو نقصان پہنچانے اورباہمی دشمنی کے منصوبے باندھتی رہتی تھی۔ ایک دن وہ اپنے والد کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اُسے ایک عورت ملی جواس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ وہ امام تقی کی منکوحہ بیوی ہے۔ مامون اسوقت شراب سے مخمور تھا اوراپنے اعمال کاذمہ وارنہ تھا۔ وہ تلوار کھینچ کر امام تقی کے گھر گیا اوراُسے سوتا پایا۔ مامون نے اُس کے منہ پر وارکرکے اُسے زخمی کردیا۔ لیکن جب وہ ہوش میں آیا تواس حرکت سے رنجیدہ ہوا اورنوکر بھیج کرتقی کی خیریت کی خبرمنگوائی ۔نوکر نے آکر خبردی کہ امام بخیریت تمام ہے چنانچہ یہ ایک معجزہ سمجھا گیا۔ مامون یہ خوشی کی خبر سن کر خوش ہوا اورسجدہ میں گرکر خداتعالیٰ کی تعریف کی اورامام کیلئے ایک تحفہ بھیجا۔ اُس نے امام الفضل کو کہا کہ اُس کے برخلاف کوئی الزام نہ لاکیونکہ اگر تولائیگی تومیں تیرا منہ نہ دیکھونگا،لیکن اُس کی چال بے ڈھنگی میں ذرابھی فرق نہ آیا۔ وہ برابر اسی طرح اُس کے عباسی دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں کرتی رہی۔

امام تقی بغداد میں آٹھ سال تک رہا۔اورتمام وقت تعلیم دینے میں مشغول رہا۔اس کے بعد مدینہ میں آیا اوروہاں پچیسویں سال میں زہر دئیے جانے سے جان بحق ہوا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ مستعم کی ترغیب دینے پر ام الفضل نے اپنے شوہر کو زہریلے انگو رکھلادئے اوریوں دشمنی کے کاموں کا سلسلہ ختم ہوا[1] بعض کہتے ہیں کہ ستعسم نے ایک نوکر کے ہاتھ سے امام کوزہرآلودہ شربت پلایا تھا۔ لیکن ایک خیال یہ بھی ہے ستعسم نے اپنے ایک عہدیدارکو حکم دیاکہ امام کی ضیافت کرے اوراُس میں زہر ملادے۔ پہلے تو امام نے بڑی

---

[1] تحفہ المتقین صفحہ ۶۳ کہتے ہیں کہ ام الفضل اپنے کام کا نتیجہ دیکھ کر بہت روئی ۔ امام نے اُسے ملامت کی اور کہاکہ وہ بہت جلدی کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوکر مرجائیگی کچھ عرصہ بعد اس کی پیٹھ پر ایک پھوڑا ہوگیا جس سے زہر پھیل گیا حکیم حکیم علاج کرنے میں حاضر ہوگئے لہذا وہ نہایت تکلیف اورجانکنی کے بعد مرگئی

خوش خلقی سے اس دعوت کی قبولیت سے انکار کیا۔ لیکن اصرار پر مان گیا، دورانِ ضیافت میں اُس نے زہر آلودہ کھانا کھایا۔ لیکن وہ اسی جگہ نہیں مرا بلکہ اپنے گھر واپس پہنچ گیا۔ ایک دن ورات کے سخت عذاب کے بعد وہ ۲۲۰ ہجری میں مرگیا۔ عین عالمِ شباب میں یعنی عمر کے پچسویں سال میں ایک اورنوجوان اُس زمانہ کے ملکی حسدوکینہ اورخلیفہ وقت کی بزدلی کا شکارہوا۔

امام تقی نے بغداد میں آٹھ سال رہ کر اپنا تمام وقت لوگوں کی تعلیم میں صرف کیا وہ ہمیشہ صبر کے ساتھ اُن کے تمام سوالات کو سنتا اور اُن کاجواب دیتا رہا، مختلف خیالات کے لوگ بڑے شوق سے اُس کے پاس تعلیم ونصیحت حاصل کرنے آتے اوراُس کے کلام سے فیض اٹھاتے تھے۔

شیعہ مورخئین اُس کی نیک سیرت کی ازحدتعریف کرتے ہیں فرقہ واقفیہ کے ایک جزو نے جوواقفیہ کے نام سے نامزد ہے ایک تمام دن اُس کے آزمانے میں خرچ کیا اور آخرکار اُسے علم تفسیر، علم حدیث، علم الٰہی اور فقہ میں کامل پایا۔ وہ ہر جماعت کے لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آتا اوراُن کے ساتھ عام معاملات پر گفتگو کرتا تھا۔ خلیفہ کے داماد ہونے کا اُسے مطلق غرور نہ تھا۔ بلکہ اُس کے بجائے وہ ہمیشہ حلیم وفروتن مزاج رہا ۔ اپنے آباواجداد کی مانند وہ بھی فیاض اورغربا پرورتھا، اُس نے مدینہ میں اپنے معتقدوں کی خفیہ طورپر مالی مددبھی پہنچائی ۔ سادہ لباس اور سادہ خوراک اُس کے دلپسند تھی، خدا کی صفات اور اوصاف پراُس نے ایک پرُجوش تقریر کی جس سے شیعہ اعتقاد کا اندازہ لگ سکتا ہے[1]۔

[1] تحفہ المتقین میں تمام خطبہ کا ذکرپایا جاتا ہے پیرا ۴۷۔ ۶۔

باب ہشتم

امام نقی

امام نقی ۲۱۴ہجری میں خلیفہ مامون کے عہد سلطنت میں شہر مدینہ میں پیدا ہوا۔ اُس کی عمر چھ سال کی تھی جب امام تقی کا انتقال ہوا۔ اس کے والد نے اپنے مرنے سے پیشتر اُسے اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں اُس میں کمال قابلیت اورلیاقت کے آثارِ نمایاں تھے۔ یہ مشہور ہے کہ مدینہ جاتے ہوئے محمد تقی سے پوچھا گیا کہ اُس کے مرنے کے بعد امامت کا وارث کون ہوگا۔ اس نے روکر یہ جواب دیا کہ " مجھے معلوم ہے کہ یہ سفر میرے لئے باعثِ خطر ہے اورمیرے بعد میرا بیٹا علی تقی امام ہوگا" اس میں کچھ شک نہیں کہ ۲۲۰ ہجری میں امام بننے کے وقت وہ بالکل کم سن تھالیکن اس سے پیشتر اس کا والد بھی تقریباً اسی عمر میں امام بنا تھا۔اس وقت خلیفہ کسی اورطرف مصروف تھا۔ لہذا اُس نے علی نقی کے امام بننے کا مطلق خیال نہ کیا۔ اس لئے نقی مدینہ میں آرام وچین سے زندگی بسر کرتا رہا۔ وہ عوام کو دینی تعلیم دیتا اوراپنے فرائضِ منصبی کو بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کی شہرت عراق، میسوپتامیہ ایران اور مصرتک پھیل گئی اوراُن ممالک سے لوگ بڑی تعداد میں اُس سے سیکھنے اورتعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ اس طور سے بارہ سال توعین آرام وچین سے گذرے۔ لیکن پھر زمانہ پلٹ گیا اوراب مشکل وعذاب اُسکے حصہ میں آیا۔

عبداللہ بن حاکم حاکمِ مدینہ نے امام کو سخت تکلیف پہنچائی ۔ اس نے خلیفہ متوکل کو اطلاع دی کہ امام نے اپنے مکان میں خلاف کےحاصل کرنے کےلئے سامان جمع کررہا ہے وہ سیم وزرکا خزانہ اکٹھا کرکے اوراُس سے ہتھیارِجنگ خرید کر خلیفہ کے مقابلہ کےلئے تیارہورہا ہے جب علی نقی کو اس امر کی خبرہوئی ۔ اُس نے فوراً خط کے ذریعہ خلیفہ کو بتایا کہ حاکم مدینہ نے پہلے تو خود اُسے یعنی امام کو تنگ کیا لیکن اُ سنے اُس پر ہی قناعت نہ کی اوراب یہ چھوٹی اورنادرست خبر خلیفہ کو بھی پہنچادی ۔ خلیفہ کو حاکم مدینہ اورامام کے خطوط یکے بعد دیگرے ملے۔ امام کے خط سے اُس کی خاطر جمعی نہ ہوئی اوراُس نے امام کو اپنے قبضہ میں لے آنے کا

ارادہ وبندوبست کیا۔ لیکن اُس نے مصلحتاً یہ طریقہ اختیار کیا
کہ امام کو دوستانہ دعوت دے کر اپنے پاس بلائے۔ اس غرض
سے اُس نے امام کو ایک محبت آمیز خط یحییٰ بن حارث کے
ہاتھ بھیجا۔ امراء وشرفاء کی ایک بڑی جماعت بھی اس کے
ہمراہ روانہ کی۔ عبداللہ کی جگہ عبدالفضل کو مدینہ کا حاکم
مقرر کردیا۔ امام کو ایک خط بھی لکھ بھیجا۔ جس کا مضمون
یہ تھا کہ اُسے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ عبداللہ نے امام
کو اس قدر تنگ کیا۔ لیکن خط کے پہنچنے سے پیشتر وہ اس
معاملہ سے آگاہ نہ تھا۔ اُس نے امام کی تعظیم وتکریم جیسے کہ
واجب ہے کرے لیکن یہ محض اس کی چالاکی تھی۔ بعدازیں
ایک اور خط اس مضمون کا امام کے نام روانہ کیا کہ امام کے
جملہ حقوق کی محافظت کرنا اور اُس کے تمام خاندان کی
خواہشوں کو پورا کرنا۔ وہ یعنی خلیفہ اپنا ذاتی فرض تصور
کرتا ہے اُسے عبداللہ کی اس ناجائز حرکت کے سبب سخت
ملال ہوا۔ اب چونکہ اُس نے امام کی اس قدر شہرت اور
تعریف سنی ہے لہذا وہ اُس کے دیدار کا نہایت مشتاق ہے
سو اگرامام بمع اپنے احباب واقارب کے اُس کے ہاں تشریف
لے آئے۔ تو یہ اُس کی عین شفقت ہوگی اسی مقصد کے لئے
اُس نے یحییٰ اور امراء وزراء کی ایک بڑی جماعت بھیجی ہے
کہ وہ اسے آرام سے اپنے ہمراہ لے آئیں۔

امام نقی پہلے توہچکچایا لیکن پھر خیال کیا کہ اگر اپنی
مرضی سے نہ گیا تو اتنی بڑی جماعت وہاں موجود ہے اُسے
جبراً لے جائیگی لہذا اُن کے ہمراہ سونے سامرہ روانہ
ہوئے۔اس کے احباب کو اُس کے جانے کا سخت قلق ہوا
یحییٰ اس سفر کا یوں بیان کرتا ہے " میں اُس کے اسباب
وسامان سفر کو دیکھ کر متخیر ہوا اور مجھے خیال گذرا کہ یہ
شیعہ عجیب لوگ ہیں۔ یہ ایک ایسے شخص کو اپنا ہادی
ورہنما کیونکر مان سکتے ہیں جو اس سخت گرمی کے موسم
میں جاڑے کا اس قدر سامان اپنے ہمراہ لے جارہا ہے لیکن
میں خاموش ہی رہا۔ چلتے چلتے ہم ایک صحرا میں پہنچے
جہاں کسی درخت کا نام ونشان نہ تھا۔ اورنہ ہی آبادی نظر آتی
تھی۔ ہماری خوراک اور پانی کا ذخیرہ بھی قریب قریب خاتمہ
پر تھا۔ میرے ساتھ میرا ایک دوست تھا۔ اس میں اور ایک
پہرہ دار میں ایک دینی مسئلہ پر بحث ہوگئی۔ اُن میں سے

ایک شیعه تھا دوسرا سنی ۔ دونوں کی یه کوشش تھی که اپنے
مذہب کی فوقیت کو ظاہر کرکے دوسرے کو قائل کرے ۔
سنی نے کہا تمہارا خلیفه علی ابن طالب فرماتا ہے که کوئی
جگه قبروں سے خالی نہیں ۔ مجھے تو یہاں ایک بھی قبر نہیں نظر
آتی ۔" اس کا جواب ایک عجیب طور سے ملا۔ جب شام
ہوگئی توآسمان پر بادل چھاگئے۔ اور بادِخنک چلنے لگی۔ جوں
جوں رات قریب آئی بارش ہونے لگی اور کہر پڑنے لگی۔ جس
کے سبب سخت سردی ہوگئی اورلوگوں کو نہایت تکلیف
ہوئی جاڑے کے مارے میری حالت توبہت ہی خراب
ہونے لگی لیکن جاڑے سے بچنے کا بھی کوئی سامان نه نظر
پڑے، آخرکارآدھی رات کو کسی نے خیمه کے دروازے پر
دستک دی کھولنے پر معلوم ہواکه امام کانوکر گرم کپڑے لئے
کھڑا ہے جوامام نے میرے اورمیرے دبیر کے لئے بھیجے تھے
میں امام کا نہایت شکرگزار ہوا۔ اُن کپڑوں میں دورضائیاں
اوردو پاجامے تھے ۔ ہم نے اُن کو بڑی خوشی سے قبول کیا
اوراُس وقت مجھے علی نقی کی امامت کا کامل یقین ہوگیا۔ میں
حیران ہوکر سوچتا رہا که اس شخص کی دوراندیشی کمال
درجے کی ہے که سفر کے شروع سے اُس نے سردی کا تمام
اسباب اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ صبح اٹھ کر جو میں اپنی سپاہ کی
خبر لینے گیا توکیادیکھا که قریب نصف سپاہ جاڑے کی شدت
سے مری پڑی ہے اور میرسُنی دوست بھی اُنہیں کے درمیان
تھا جو شام کو اُس شیعه سے طنعه زنی کرکے کہه رہا تھا که یه
جگر قبروں سے خالی ہے۔ اُب اُس جگه اُس کی قبر بن گئی۔
وہاں سے میں امام کی طرف گیا اورمیں نے اُسے قرآن کا مطالعه
کرتے پایا۔ جب وہ پڑھ چکا تواُس نے مجھ سے کہا که" جا
مردوں کو دفن کر اور سیکھ که خدا قوی وقادر ہے اورامیر
المومنین کاکلام کبھی نہیں ٹلتا"۔ اس معامله کا اثریحییٰ پر ایسا
عجیب ہواکه وہ تمام فضول خیالات کو ترک کرکے راہِ
راست پر آگیا۔ یه تمام بیان شیعه مورخئین کا ہی ہے۔

آخرکارسفر کو طےکرکے وہ سامرہ پہنچے اورامام متوکل
کے قبضے میں آگیا۔ جواپنے تمام وعدے اوراظہارِدوستی بھول
گیا۔ یه بات کوئی نئی اورعجیب نه تھی کیونکه تمام خلفاء بنی
عباس ایسا ہی کرتے آئے تھے۔ منصور نے امام جعفر کے
ساتھ مہدی ہادی اورہارون نے امام موسیٰ کے ساتھ یہی

سلوک کیا۔ جیسی جلدی اُن کا مقصد برآیا۔ دوستی سے انکار کیا متوکل نے دوسال تک اُس کی مہمان نوازی کی لیکن بعد اُس کے اس نے اپنا رُخ بدل لیا۔

اب وہ اُس کی رہائش کےلئے اورجگہ تلاش کرنے لگا۔ شہر کے سب سے خراب اور گندے حصے میں جہاں صرف مفلس اور فقیر ہی رہتے تھے امام کےلئے مکان لیا امام نے خاموسی سے اس بے عزتی کو گوارا کیا اوراُسی مکان میں رہنااختیارکیا۔ کچھ عرصہ بعد امام کو زرکہ نامی فوجی سردار کی زیر نگرانی رکھا۔ اس شخص زرکہ پر امام کی نیک صفات اور مزاج کاایسا اثر ہواکہ وہ امام کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آنے لگا حالانکہ وہ اپنے ایمان کا علانیہ اظہارکرتے ہوئے ڈرتا تھا۔

ایک دن ایک ایسا شخص صفرہ نامی زرکہ کی ملاقات کو آیا دوران گفتگو میں زرکہ پر واضح ہوگیا کہ وہ درحقیقت خلیفہ کا مقررکردہ ہے جو امام کودیکھنا چاہتا ہے۔ زرکہ امام کی تعریف کرچکا تھا۔ اوریہ بھی ظاہرکردیا تھا کہ وہ خود بھی اُس کا معتقد ہوگیاہے چونکہ سلطنت کے ایک افسر اعلیٰ کا امام کے ساتھ ایسا تعلق رہنے کا احتمال معمولی شخص پر ظاہر ہوجانا اُسکےلئے نہایت خطرے کا باعث تھا لہذا اُس نے اس پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اپنے ایک نوکر کو بلا کر کہا " جاؤ! انہیں قیدی کے پاس لے جاؤ" اورقید ی کا لفظ اُس نے خاص اسی غرض سے استعمال کیا۔

صفرہ نے امام کو ایک خالی قبر کے قریب بیٹھے پایا۔ جس کے دیکھنے سے اُسے سخت رنج ہوا اوراُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ امام نے اُسے ایسا کرنے سے روکا اوراُس کی دلجمعی کےلئے اُسے بتایاکہ اُن مشکلات اور مصائب کے سبب اُسے مطلق ضررنہیں پہنچا۔ کھدی ہوئی خالی قبر کو اپنے سامنے رکھنے سے مراد ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے حضور حلیم اورفروتن بنائے۔

متوکل کو زرکہ اورامام کے متعلق کی اطلاع دی گئی۔ لیکن چونکہ ایسے اعلیٰ افسر کی سرزنش کرنی ایک آسان بات نہ تھی۔ سواُس نے اُسکی نسبت اپنی لاعلمی ہی ظاہر کرنی مناسب خیال کی پر اُس نے امام کو زرکہ کی زیرنگرانی سے علیحدٰہ کرکے سعید نامی ایک اور شخص کو اُس کا محافظ

مقرر کیا۔ ایک شخص نے خلیفہ کی طرف سے امام کو قتل
کرنے کے لئے بھیجے جانے کا بہانہ کرکے امام کو دیکھنے کی
اجازت لی اور یہ معلوم کیا کہ یہاں خلیفہ کے حکم کے بموجب
اُسے سخت تکلیف دی جاتی ہے متوکل نے عرصہ تک یہی
سلوک جاری رکھا۔ بلکہ اُس سے بھی تجاوز کیا۔ لیکن امام کے
صبر، نیکی اور زہد کا اثر کچھ ایسا تھا کہ جو کوئی اُسے دیکھتا اُس کا
مرید بن جاتا تھا۔ اسی طرح کچھ اور مدت گزرگئی لیکن خلیفہ
امام پر ظلم بڑھاتا ہی گیا۔ آخر کار اُسنے اُس پر بھی قناعت نہ کی
اور اُس کے قتل کا حکم جاری کردیا۔ اُس نے اپنے دیوان کو حکم
دیا کہ امام کو فوراً اُس کے حضور پیش کرے اور چار نوکروں کو
کہا کہ ننگی تلواریں لے کر امام کے قتل کے حکم کا انتظار کریں۔
جب امام کمرے کے دروازے سے نکلا تو اُس کا سر اڑانے کے
بجائے چاروں نوکر اپنی تلواریں پھینک کر اُس کے پاؤں پر گر
پڑے۔ متوکل نے غضبناک ہوکر اُن سے اس کا سبب پوچھا۔
اُنھوں نے جواب دیا اور بتایا کہ اُنہیں امام کے قریب تلوار
کھینچے ہوئے ایک شخص نظر آیا۔ جس نے اُن سے کہا اگر وہ
امام کو ایک انگلی تک بھی لگائینگے تو وہ فوراً ہلاک کئے جائینگے۔

کہتے ہیں اس طرح مددِ الہٰی سے امام کی جان بچی۔ اس قسم کی
اور بہت سی ترکیبیں امام کے قتل کے لئے نکالی گئیں لیکن وہ
بھی اسی طرح بے سود ثابت ہوئیں۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ کی
طبیعت سخت علیل ہوئی اُس کے جسم پر ایک نہایت
خراب پھوڑا ہوگیا جس کے سبب اُس کا اٹھنا بیٹھنا دشوار
ہوگیا۔ جملہ شاہی حکم اس بات پر متفق تھے کہ اُسے چِرا دیا
جائے لیکن خلیفہ نے اُس کی اجازت نہ دی۔ غرضیکہ ہر طرح
کا علاج و معالجہ کیا گیا لیکن مریض کو مطلق آرام نہ ہوا۔ خلیفہ
کی والدہ نے امام سے خفیہ طور پر علاج چھپوایا۔ اُس نے
کہا کہ بکریوں کی مینگنوں کا پلستر پھوڑے پر لگایا جائے۔
جب حکماء کے روبرو یہ نسخہ پڑھا گیا۔ وہ اُسے سن کر ہنسے
اور کہنے لگے کہ یہ بالکل فضول علاج ہے۔ اس سے کب فائدہ
ہونے لگا جب ایسے اعلیٰ علاج کارگر نہ ہوئے لیکن اُن میں سے
ایک طبیب فتح ابن خاقان بولا کہ آزمالینے میں تو کوئی ہرج
نہیں شائد فائدہ ہوجائے اُسکے لگاتے ہی پھوڑا پھوٹ گیا اور
مریض کو فوراً آرام آگیا۔ خلیفہ کی ماں نے امام کو اس کے صلے
میں دس ہزار دینار طلاء کی ایک تھیلی بھیجی۔ بیماری سے شفا

پاتے ہی متوکل امام کو سزا دینے اوراُسے تکلیف پہنچانے کی
دھن لگی۔ کیونکہ اُس نے کہا کہ اسے اطلاع ملی ہے کہ امام
جنگ کے لئے ہتھیارجمع کررہا ہے اورہر طرف سے شیعہ اسی
غرض کےلئے فراہم ہورہے ہیں۔ لہذا اس نے سعید کو بلا کر
اُسے امام کے مکان کی تلاشی لینے کاحکم دیا۔ سیعد تیس ہزار
سپاہیوں کو لے کر فوراً امام کے مکان کی جانب روانہ ہوگیا۔
وہاں پہنچ کر سیڑھی کے ذریعے مکان کے اندرداخل ہونا چاہا
لیکن اندھیرکے سبب کچھ نظر نہ آیا۔ اتنے میں اُنہیں امام کی
آوازسنائی دی " اے سعید ذرا صبرکر۔ میں ابھی بتی جلائے
دیتاہوں"۔ سعید بیان کرتاہے کہ وہ سب اندرداخل ہوئے
اوراُنہوں نے امام کوگرم کپڑا زیب تن کئے قرآن کا مطالعہ کرتے
دیکھا اُس نے اُن سے کہا مکان کی تلاشی بخوبی لیں اورجوکچھ
پائیں خلیفہ کے حضورلے جائیں۔ لیکن وہاں تواُس تھیلی کے
سوجوخلیفہ کی ماں ہی نے امام کو بھیجی تھی اورکچھ موجود
نہ تھا۔ امام نے اُن سے دریافت کیاکہ آیا اُنہیں کچھ ملایا نہیں
اوریہ کہکر اُنہیں تمام مکان میں لے گیا اورسعید سے کہاکہ
اصلی واقعات خلیفہ سے بیان کرے،سعید کو چٹائی کے نیچے
سے ایک زنگ خورہ بغیر دستہ کی تلواراورتھیلی کے سواجس کا
ذکراوپرہوچکا ہے اورکچھ دستیاب نہ ہوا۔ بعد ازیں سعید بمع
اپنے سپاہیوں کے رخصت ہوا۔ متوکل سعید سے کل کیفیت
سن کر سخت نادم ہوا۔ لیکن امام کونقصان پہنچانے کا قصد
ترک نہ کیا۔ پھر اُس نے ایک نہایت شاندارجشن کیا۔ جس
میں تمام وزراء۔امراء شرفا ،شعرا فوجی سردار مبشر ین،
بزرگان دین اور منتظمانِ سلطنت حاضر تھے۔ دیوان کے ہر
سوحبشی خدام وپردیسی گارد کا پہرہ تھا۔ مطربانِ خوش
الحان تخت کے گردموجود تھے۔ غرضیکہ یہ کمال شان
وشوکت کا منتظر تھا۔ اعلیٰ درجے کی شراب طلائی ونفیس
بلوری پیالوں میں مہمانوں کے سامنے پیش کی گئی ۔ امام بھی
وقتِ مقررہ پر حاضرہوا۔ تمام حاضرین اٹھ کراُس کی تعظیم
بجالائے اورامام بھی اُن کو جواب دیکر متوکل کی جانب بڑھا
جوکرسی نشین تھا۔ متوکل اپنا شاہی رعب قائم رکھنے کی وجہ
سے اُسی طرح بیٹھا رہا اورامام کو شعر پڑھنے کو کہا۔ قدرے
تامل کے بعد امام نے شروع کیا۔ تمام حاضرین پر سناٹا چھاگیا
اورپھر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔جب امام ختم

کرچکا تو خلیفہ نے اُسے واپس جانے کی اجازت دی ۔ شیعہ مورخئین کے قول کے بموجب خلیفہ نے اپنی شیطانی حرکات سے مطلق کنارہ کشی نہ کی" ۲۳۷ ہجری میں اُس نے اپنی تمام مملکت میں حکم بھیج دیاکہ امام علی وامام حسین کی تعظیم بجالانے کوکوئی شخص حج کرنے کو نہ جائے۔ اس حکم کوپوراکرنے کےلئے اُس نے ایک افسر کو سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ روانہ کیا اوراُسے ہدایت کی کہ اگر کوئی حج کرنے کےلئے جائے تو اُسے وہاں سے جبراً نکال دیں۔اسی قسم کے اوربہت سے واقعات ہی جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کو امام سے کس قدرعداوت تھی اورکن کن طریق سے اُس نے اس کا اظہارکیا۔ لیکن اس کتاب میں اُن کے بیانات کی گنجائش نہیں ۔ اس نے امام حسین کے مقبرے کو مسمارکیا اوراہل یہود اوراہل انصاریٰ کے مبعد اورگرجے پائمال کئے حالانکہ وہ خراج برابر ادا کرتے تھے۔ اُس نے اُن کے لئے کئی اورپابندیاں بھی کردیں۔ اس کے علاوہ اس نے معتزلیوں کو بھی عذاب پہنچایا۔

اب ہم امام علی نقی کے آخری ایام کا ذکرکیا چاہتے ہیں باجوود خلیفہ کے جوروسم کے وہ اُس کے بعد تک زندہ رہا ۲۵۶ہجری میں خلیفہ معتربالله کے عہد میں ا س نے وفات پائی ۔ اس کے فرزند حسن عسکری نے اس کے کفن دفن کی رسوم اداکرنے کے بعد اپنے ہی مکان میں ایک واجب التعظیم ومتبرک جگہ پراُس کی نعش دفن کی۔ شیعہ مورخئین نے اس کی لیاقت وقابلیت اوراس کی صفاتِ حمیدہ کا مشرح بیان کیا ہے۔حالانکہ اُن کے بیان میں مبالغہ ضرورہے توبھی اُس سے یہ عیاں ہے کہ امام علی نقی خوش خلق، سادہ مزاج اورحلیم الطبع تھا۔ اس نے متوکل کے عہد میں نہایت بے عزتی اورتکلیف گوارا کی ۔لیکن باوجود ان کے وہ ہمیشہ صابر رہا۔ اوراُس نے اپنے منصبی رعب کوآخر تک قائم رکھا۔

باب نہم
امام عسکری

امام حسن عسکری کی پیدائش ۲۳۴ ہجری میں مطابق ۸۴۵ ء مدینہ میں ہوئی اور ۲۶۰ ہجری میں وہ شہر سامرہ میں رحلت کرگیا۔ اُس کی تقریباً چھ سال کی تھی جب وہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ سامرہ گیا اوراُسی شہر میں اُس کی تمام عمر بسر ہوئی ۔وہاں اُسے نہایت اعلیٰ تعلیم دی گئی اورعملی مسائل کے سوا اسے اورکسی قسم کے معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا۔ خلیفہ معتزباللہ کے عہد میں وہ امامت کے عہدے پر مامورہوا۔ چونکہ معتزباللہ کا اعتماد ابھی قائم نہ ہوا تھا لہذا ملک میں فساد وبدامنی پھیل گئی اورخلیفہ تُرکی زردوستوں کے بس میں تھا۔ یہاں تک کہ آخر کار اُنہی کے ہاتھوں وہ قتل بھی ہوا[1]۔ حالانکہ خاندان بنی عباس تنزلی پر تھا توبھی فرقہ شیعہ کے ساتھ اُن کی عداوت ودشمنی اُسی طرح برقرار رہی۔ ایک مرتبہ خلیفہ مستعین باللہ نے ایک نہایت سرکش گھوڑا خریدا اُس پر چڑھنے کی جرات کسی کو نہ ہوئی کسی نے خلیفہ کو صلاح دی کہ امام کو اُس پر سوار ہونے کےلئے بلایا جائے۔ خلیفہ نے اس خیال کو الہام ووحی کے طورپر قبول کیا اور فوراً امام کو آنے کا حکم بھیجا۔ اس تمام معاملہ کا ذکر احمد بن حارث جس کا باپ امام کے گھوڑوں کا معالج تھا اورجس نےیہ سب کچھ اُس ہی کی زبانی سنا تھایوں بیان کرتا ہے میں نے خلیفہ کے اصطبل میں ایک عمدہ خچر دیکھی جس پر نہ تو کوئی چڑھ ہی سکتا تھا اورنہ ہی کوئی اُس کے سدھارنے کی ترکیب ہی بتاسکتا تھا۔ مستعین نے امام سے اُس پر سوارہونے کی درخواست کی۔ امام نے فوراً خلیفہ کی خواہش کے مطابق اُس پر سوار ہوکرنہ صرف اُسے سدھارا ہی بلکہ اُسے ہر طرح کی چال سے دوڑنا بھی سکھایا۔ اورکئی ترکیب بھی دکھائے بعد ازیں خلیفہ نے وہ گھوڑا امام عسکری کو ہی بطورانعام کے بخش دیا۔ اس طریق سے امام کی جان لینے کی ترکیب ناکامیاب ہوئی۔

حالانکہ معتزباللہ ملکی امورمیں اس قدرمصروف تھا توبھی امام کے قتل کا خیال اُس کے دل میں برابر تھا۔ آخر کار

[1] السیوطی صفحہ ۳۷۴

اُس نے اسے گرفتار کرکے شجیع القلب نامی ایک نہایت بے رحم شخص کے سپرد کردیا جو فرقہ شیعہ کا جانی دشمن تھا۔ لہذا امام بغداد میں لایا گیا یہاں علی ابن حارث نے جس کی زیرنگرانی امام کچھ مدت رہا تھا امام کی نیکی اورپرہیزگاری دیکھ کر اُس سے اپنی گستاخی کےلئے معافی مانگی اوراُس وقت سے لے کر وہ تاحیات امام کا مداح رہا۔ شیعہ مورخئین کے خیال کے بموجب یہ خدا کی عین ہدایت کا نشان تھا۔ باوجود جاہ وجلال کے خلیفہ معتزکی تدابیر کارگر نہ ہوئیں۔ خلیفہ المتہدی باللہ نے جوآخر میں اپنے پیشرو کی مانند قتل کیا گیا امام عسکری کو قید میں ڈال دیا۔ امام نے ان تمام تکلیفات کوکمال صبر کے ساتھ گوارا کیا اوراپنے خالق کی بندگی کو ہرگز ترک نہ کیا۔ اس سے اُس کے پہرہ داروں پر ایسا اثر ہوا کہ وہ حکم کے برخلاف اُس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے لگے۔

لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے بجائے اس کام کےلئے اور اشخاص مقرر ہوئے ان نئے پہرہ داروں نے امام پر اس قدر سختی کی کہ اکثر اوقات اس کی روزانہ ضروریات بھی بہم نہ پہنچائی جاتیں۔ بلکہ بعض مرتبہ وہ وضو کےلئے اُسے پانی تک بھی نہ دیا جاتا[1]۔ ایک دن معتمد نے اپنے آدمیوں کو حکم کیاکہ امام کوایک ایسی جگہ لے جائیں جہاں شیر ببر بند کئے ہوئے تھے اوروہاں پہنچ کر دروازہ کھول کرامام کو اندردھکیل دیں۔ اُنہوں نے[2] فوراً حکم کی تعمیل کی اورامام کو اندر ڈال دیا۔ اورپھر کھڑے ہوکر انتظار کرنے لگے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ اُنہیں کیا نظر آیا؟

امام اندر داخل ہوا اور تمام شیر اُس کے گردجمع ہوگئے۔ اُس نے بغیر ڈرے اُن پر اپنے ہاتھ رکھے اوروہ خاموش اُس کے پاس بیٹھ گئے ۔ بعد ازاں امام نے مصلےٰ بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اورتمام شیر اُس کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے رہے افسر نے خلیفہ کو بلوایا کہ آکر اس حیرت انگیز ماجرے کا مشاہدہ کرے ۔ معتمد آیا اور دیکھا۔ دیگر افسران کے متعجب ہوکر اس عجیب واقعہ کو دیکھتا رہا۔ لیکن خدا کے خوف کے سبب اُن کی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلنے پایا۔ سخت خجلت اور ندامت کے بعد اُنہوں نے دروازہ کھولا

---

[1] العسکری صفحہ ۳۰.

[2] العسکری صفحہ ۳۲

اورامام صحیح وسالم باہر نکل آیا۔ امام قید میں بالکل تنہا اورعلیحدٰہ رکھا جاتا تھا اورچونکہ اب تک وہ لا ولد تھا اس لئے امید واثق تھی کہ ائمہ کاسلسلہ بھی اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہوجائیگا ۔ اب امام کو محل کی پہلی منزل میں ایک کمرہ میں قید رکھا کیونکہ خلیفہ کے خیال میں اُس کی بہتر حفاظت یہاں ہوسکتی تھی ۔ لیکن اس جگہ بھی اُس کی سب سے عزیز ترین بیوی کو بھی اُس کے پاس رہنے کی اجازت نہ ملی۔ یہ کمرہ نہایت ہی مرطوب تھا ۔کیونکہ اس میں صرف ایک ہی دروازہ تھا اوراُس سے کافی روشنی اورگرمی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ امام نے دوسال اسی کمرہ میں گذارے اورحالانکہ اُس کی عمر صرف چوبیس سال کی تھی لیکن شکل سے وہ سترسال کا بوڑھا معلوم ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس نےیہاں کی تمام مشکلات کو بھی نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔

انہی ایام میں بغداد میں بارش کے نہ ہونے کے باعث سخت قحط پڑا اورانصاریٰ کے ایک ہادی نے ایک بڑی جماعت کے روبرو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے دعا کی اور خدا تعالیٰ نے بارش بھیج کر خشک زمین کو تر کیا۔ اس معجزہ کودیکھ کرعوام کے ایمان کی بنیاد ہل گئی اوریہ اندیشہ ہواکہ شائد اسلام کو ترک کردیں۔ معتمد اس سے نہایت پشیمان ہوا لہذا امام کو اس کی اطلاع دی امام نے صرف اتنا کہا اگرتمام جماعت فراہم ہوجائے تومجھے کامل یقین ہے کہ میں اُن کے شکوک کو رفع کرسکوں گا۔

معتمد نے امام کورہا کردیا جماعت جمع ہوئی اورامام نے اُنہیں کہا کہ "انصاریٰ کے ہادی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے دیکھو" ویسا ہی کیا گیا اوراُس کے ہاتھ سے ایک ہڈی ملی جو اُس سے لے لی گئی ۔ امام نے اس سے کہا کہ پھر بارش کے لئے دعا کرے اُس نے دعا کی لیکن بارش ہونے کے بجائے بادل پھٹ گئے اورسورج نکل آیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے اورامام سے اُس ہڈی کی کیفیت دریافت کی۔اُس نے اُنہیں بتایا کہ وہ کسی نبی کے جسم کی ہڈی ہے جسے اُس مسیحی نے کسی قبر سے نکالا ہے۔کیونکہ جب کبھی کسی نبی کی کوئی ہڈی آسمان کی طرف بلند کی جاتی ہے توفوراً اُسی وقت بادل گھر جاتے اور بارش اُتر آتی ہے۔ اس سے لوگوں کے تمام اشتباہ دورہوگئے اورامام اپنے کمرہ میں واپس چلاگیا۔ایک اوربیان سے معلوم

ہوتا ہے کہ امام نے قید میں جانے سے پیشتر بارش کے لئے التجا کی اور بارش ہوگئی۔

بعد ازیں معتمد نے امام کو قید سے مخلصی بخشی اور اُسے اُس کے مکان میں رہنے کی اجازت دی جہاں وہ پانچ سال رہا۔ امام کی رہائی کا مژدہ سن کر بہت لوگ اس کا دیدار حاصل کرنے کو آئے ۔ معتمد نے امام کے حالات پر برابر نظر رکھی اور ایسا انتظام کیا کہ جو کچھ امام کرتا اُس کی اطلاح اُسے ضرور پہنچ جاتی تھی۔ لیکن امام نے ملکی معاملات میں مطلق مداخلت نہ کی[1]۔ شیعہ مورخین بیان کرتے ہیں کہ معتمد نے ایک اور کام خلاف قانون کیا اور وہ یہ کہ اُس نے رسمِ خمس کے لئے خیرات بند کردی۔ رسمِ خمس کے مطابق بعض خمس کی پیداوار کا پانچواں حصہ خیرات کردینے کا حکم تھا[2]۔ باغ ذرک کو جو آنحضرت اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کی ملکیت تھی۔ خلیفہ مروان نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ لیکن خلیفہ عمر وثانی نے جو ایک نیک شخص تھا۔ اُسے پھر اُس کے اصلی وارثوں کے سپرکردیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے بعد خلفاء نے اُس پر پھر قبضہ کرلیا تھا اور خمس کو بجائے خیرات میں صرف کرنے کے سلطنت کے خرچ اور واخراجات کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس سے بیچارے غریب امام بلکہ فرقہ شیعہ کے مفلسوں کو بھی اس کے سبب تکلیف پہنچی۔ آخر کا معتمد نے امام کے قتل کی تمام تدابیر کے ناکامیاب ثابت ہونے پر ایک اور تجویز سوچی اور وہ محض وہی تھی جو پیشتر خلفاء بڑی کامیابی کے ساتھ کرتے رہے یعنی زہر دلوانے کی تجویز۔ امام نے وہ زہر آلودہ شراب پی جو خلیفہ نے اُسے بطور انعام بھیجی تھی اور اُس کے اثر سے تین دن بیمار رہ کر جان بحق ہوا۔ اس کی عمر اس وقت اٹھائیس سال کی تھی۔ جب عوام کو اُس کی وفات کی خبر ہوئی تو تمام شہر میں ہل چل مچ گئی اور بازار میں ہڑتال ہوگئی اور رجب تک جملہ افسران اور بنی ہاشم میت کے ہمراہ گورستان کو روانہ نہ ہوئے ۔ شہر میں شوروغل کا بازار گرم رہا۔ امام عسکری کی قبر سامرہ میں اُس

---

[1] العسکری صفحہ ۴

[2] العسکری کا مصنف (صفحہ ٦٢) میں ایسی چیزوں کی ایک لمبی فہرست دیتا ہے جن کا پانچواں حصہ دیا جاتا تھا۔ بعض مصنف مقدار اور بتاتے ہی معتمد کی اس حرکت سے بہت ناراضگی پیدا ہوئی اور اس کا ذکر کئی صفحوں میں پایا جاتا ہے دیکھو العسکری پیرا ٨٦- ١٠٠

کے والد کے پہلو میں ہے۔ اُس کی میت کے ساتھ عوام کاایک بھاری ہجوم تھا۔ ہر فرقہ اورہر جماعت کے لوگ اُس کی موت کے سبب رنج والم میں مبتلا تھے چونکہ تقیہ کی قیدنہ تھی لہذا اُنہوں نے اپنے غم کا بخوبی اظہارکیا۔ کم ازکم شیعہ بیان تویہی ہے ۔ وہ امام کی لیاقت اوراُس کی پرہیزگاری کا بیان بڑے رنگین الفاظ میں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بہلول نے ایک مرتبہ امام کے عالمِ طفلی میں اُسے دیکھا کہ وہ اوربچوں کو کھیلتے ہوئے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ بہلول نے اُس سے پوچھا کہ اگر وہ چاہے تووہ اُسے کوئی کھلونا خریددے لیکن اس کے جواب میں اُس نے کہا " اے کم عقل میں کھیلنے کیلئے نہیں بلکہ عبادت اوربندگی کےلئے پیدا کیا گیاہوں" ذکر کیا جاتا ہے کہ امام اپنے عالم شباب میں نہایت ہی شائستہ وخوش اطوار تھا۔ ایک مصنف لکھتا ہے کہ ایک دفعہ اُس نےیعینی مصنف نے اپنے والد سے کہا کہ اُس نوجوان کی کچھ تعریف کرے جس کے جواب میں یہ کہا گیا" تمام بنی عباس میں خلیفہ ہونے کے لائق ایک وہی نوجوان ہے جواپنی پرہیزگاری ،عقل ۔ وفہم ۔لیاقت ،پاکیزگی اورشرافت کےسبب شہرہ آفاق ہے"۔

اسی قسم کے اوربہت سے قصے مشہورہیں لیکن چونکہ شیعہ مورخئین کی قوتِ متخیلہ وتصورباقی لوگوں سے بڑھا ہوا ہے لہذا اُن کے تمام بیانات قابلِ اعتبارنہیں چونکہ اُن کا ایمان ہے کہ اُن کے تمام ائمہ پاک ومبرہیں۔ لہذا ممکن نہیں کہ اُن کے حالات بیان کرتے ہوئے حمدوتعریف کے کلمات کے سوا اورکچھ اُن کے حق میں کہیں۔

ان تمام باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کل ائمہ کو خلفاء بنی اُمیہ اوربنی عباس نے نہایت دکھ پہنچایا۔ برعکس اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ اگرچہ ائمہ نے بذات خودتوسرکشی نہیں کی لیکن شرکائے فرقہ زیدیہ اوراامامیہ شیعہ گاہے گاہے حاکم الوقت کی مخالفت کرتے رہے حالانکہ اس سے ہرگزیہ ظاہرنہیں ہوتا کہ ائمہ نے ان معاملات میں کوئی عملی حصہ لیا لیکن اس سے یہ سمجھنے میں آسانی ضرور ہوتی ہے کہ خلفاء نے ائمہ کے کاروبار اورحالات پرکیوں خاص نظر رکھی اورکیوں گاہے گاہے اُنہیں قیدبھی کردیا۔ ان تمام وجوہ کے باوجود بھی یہ بات برحق

اورٹھیک ہے کہ خلفاء نے ائمہ پر سخت جوروستم کیا اوریہی سبب ہے کہ ائمہ کی تکلیفات کی یادابھی تک تازہ ہے۔

باب دہم

امام المہدی

محمدبن عسکری ۲۵۵ہجری (مطابق ۸۶۹ء) میں پیدا ہوا۔ اُسے حسبِ ذیل القاب دئے گئے۔ المنتظر، حجتہ اللہ، امام الزمان اورامام المہدی وہ عموماً اپنے آخری نام سے ہی کہلایا جاتا تھا۔ المہدی کے معنی دوسروں کی ہدایت کرنے کے لائق ہے"۔ اُس کی عمر اُس کے والدہ کے انتقال کے وقت پانچ سال کی تھی۔ اُس کی والدہ کا نام نرگس خاتون تھا۔ وہ امام عسکری کی خالہ کی کنیز تھی۔جس کے ساتھ امام کی محبت ہوگئی۔ محمد کی پیدائش کے وقت عجیب وغریب واقعات وقوع میں آئے جس کے سبب اس کے والد کو اُس کے مہدی موعود ہونے کا یقین ہوگیا[1]۔امام عسکری نے اُسے محفوظ رکھنے کی خاطر اُسے بالکل پنہاں رکھا[2]اورچند قابل اعتبار دوستوں کے سوا اورکسی کو اُسے دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ اس

---

[1] نورمقصودصفحہ ۱۱

[2] الخلکان کے مطابق (۲۔۵۸۱) وہ اپنے باپ کے مکان کے ایک حوض میں گھس گیا۔ چونکہ صرف احباب کو اس کے دیکھنے کی اجازت تھی لہذا۔ یہ بیان قابلِ اعتبارنہیں۔

کی پیدائش کے نادرواقعات بنی عباس سے اس لئے پوشیدہ رکھے گئے کہ اُن کا حسد اورکینہ زیادہ نہ ہوجائے۔عالمِ طفلی میں اپی المہدی نے ایسی قابلیت ظاہر کی کہ اُس کے امامت پر پرمعمور کئے جانے کا خیال اُس کے معتقدوں کے دل میں جاگزین ہوا[1]لیکن یہ سب کچھ عوام سے پنہاں رکھا گیا۔ اس خلوت میں رہنے کے زمانے کا نام غائبتہ الصغریٰ ہے۔ یہ پیدائش سے لے کر غائبتہ الکبریٰ تک کا زمانہ ہے ۔ غائبتہ الکبریٰ کا زمانہ انہترویں (٦٩) سال تک رہا ۔ اس اثنا میں صرف چند دوستوں کا محرم رازہونے اورچند کو ملاقات کی اجازت ملی۔ اُس نے اُن میں اول الذکر پر اپنی خواہشیں اورتجاویز ظاہر کیں اوریہ دوست "ابواب" کہلاتے ہیں کیونہک اُن کے ذریعے وہ باقی دنیا سے تعلق وواسطہ رکھتا تھا[2]۔ اس طریق سے اورلوگ امامت کے حقدار ہونے کا دعویٰ کرنے سے بازرہے حالانکہ اس کے آخری مرتبہ غائب ہونے کے بعد بعض نے اس کے جانشین ہونے کی سعی وکوشش کی

[1] نورمقصودصفحہ ٤١

[2] ایران میں موجودہ فریق بابی کے قائم ہونے کا تعلق ابواب کے ساتھ معلوم کرنے کے لئے بہاازم (سی ۔ایل ۔ ایس) پیرا ۵۔٤

لیکن ناکامیاب رہے۔ اُسے دینوی اختیارکی بالکل تمنا نہ تھی اوراس میں شک نہیں کہ اُس نے اپنی نیک صلاح وہدایت کے ذریعے اورپابندی قانون کے سبب درحقیقت ملک کو فیض پہنچایا[3] حالانکہ فرقہ شیعہ کے مخالفین اس سے منکر ہیں ۔ خدا کا مقررکردہ امام اورلوگوں کے انتخاب کردہ خلیفہ کے (اُس زمانے میں خلیفہ کے متعلق یہی رائج تھا) درمیان باہمی تعلق ورشتہ ہونا ایک امرناممکن تھا۔ اُن کے طرزرہائش ودیگر حالات میں ہرگزکسی قسم کی مناسبت نہ تھی۔ امام خلوتی زندگی بسر کرنے کے باوجود بھی اپنے تمام منصبی فرائض ادا کرتا رہا۔

عیش پسند خلیفہ معتمد نے امام کی والدہ نرگس خاتون کو چھہ ماہ کےلئے قید کردیاتاکہ اُس کے ذریعے فرقہ شیعہ پراُس کا خوف غالب ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہواکہ اُن میں سے بہتوں نے ڈر کے سبب تکلیف سے بچنے کی خاطر تقیہ شروع کردیا ۔ اُن میں سے بعض بھاگ کردیگر ممالک میں پناہ گزین ہوئے جہاں اُنہوں نے اپنی زیست کے ایام آرام وچین سے

[3] نورِمقصودصفحہ ٤٧

گذارے اوراپنے مذہب کو بھی ان ممالک میں پھیلایا ۔متقی
نامی ایک جغرافیہ دان کہتا ہے ۱۳۴۰ میں کردوں کی ایک بڑی
جماعت تھی جوفرقہ شیعہ میں شامل ہوگئی تھی اوربارہ
ائمہ کی بھی معتقد تھی۔ ان کے بہت سے جزوہوگئے جو باقی
رہے وہ دکھ ومصیبت کی حالت میں پہاڑوں کے درمیان بھٹکتے
پھرتے رہے جب تک موت نے اُنہیں اس تکلیف سے رہائی
بخشی۔ معتمد کوایک دوست کی زبانی یہ خبرملی کہ امام نے
فرقہ شیعہ کے شرکاء سے خراج جمع کرنے کی خاطر ایلچی
اورگماشتے مقررکئے ہیں اس نے فوراً جاسوس مقررکئے کہ امام
کے مکان پر خاص نظر رکھیں اورہرایک شہر میں اُن گماشتوں
کی تلاش کریں۔ اس نےیہ خیال کیا کہ اس طریق سے توامام
صریحاً جرم میں گرفتارہوکر ملزم قراردیا جاسکتا ہے لیکن اس
کی خبرامام تک پہنچ گئی اورخلیفہ کی تجویزکارگارنہ ہوئی۔بعد
ازیں کچھ عرصہ کےلئے فرقہ شیعہ آرام سے زندگی بسرکرتے
رہے لیکن جب معتضد جواُن کا جانی دشمن تھا خلیفہ ہوا۔
اُس نے اُنہیں ایذا پہنچائی شروع کی، شیعہ مورخئین امام
المہدی کی قدرت اورپُرتاثیرزندگی کا بڑے فخرونازکے ساتھ
ذکرکرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہرایک جس کا واسطہ وتعلق اُس
سے پڑتاضروراُس کی زندگی سے متاثر ہوتا تھا۔ ایک روایت
مشہور ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ نے اپنے ایک دوست رشیق
نامی سے کہا کہ دواورساتھیوں کواپنے ہمراہ لے کرفوراً سامرہ
جائے اورامام کا مکان دریافت کرکے اُس کی تلاشی لے کہ آیا
وہاں کسی قسم کی کوئی شتبہ اشیا موجود ہیں یا نہیں جب وہ
سامرہ پہنچ کچھ عرصہ کے بعداُنہیں ایک خوبصورت
عالیشان مکان نظر آیا۔ جس کے باہر ایک شخص کسی کام
میں مصروف تھا۔ اُنہوں نے اُس سے پوچھا کہ اُس میں کون
رہتا ہے اُس نے بغیر اپنا کام چھوڑے اُنہیں بتایاکہ صاحبِ
خانہ خود اُس میں رہتے ہیں وہ پھاٹک سے اندر داخل ہوئے
وہاں ایک نہر بہ رہی تھی۔ اُن میں سے دوتوجلد بازی کرنے کے
سبب اُس میں گرگئے اور قریب قریب ڈوب گئے ۔آخرکار وہ
مکان کے اندرداخل ہوئے اوراس کے کمروں میں پھرے جو
نہایت قیمتی اوراعلیٰ اسباب سے آراستہ تھے۔ اس وقت تک
اُنہیں کوئی بشر اُس مکان میں نظر نہ آیاتھا۔ پھرتے پھرتے
جب آخری کمرے میں پہنچ تواُنہیں ایک معززوواجب

التکریم شخص جو نماز میں مشغول تھا دکھائی دیا۔ اُس نے اُن کی جانب مطلق نظر تک نہ کی اوراُسی طرح اپنی نماز پڑھتا رہا۔ وہ اس اطمینان ،عبادت اورشکل وشباہت دیکھ کر اس قدر حیرت زدہ ہوئے کہ اپنے آنے کا مقصدترک کیا اوروا پس لوٹنے کا ارداہ کیا۔ رشق نے لوٹنے سے پیشتر اتنا کہنے کی جرات کی کہ اس نظارہ کودیکھ کر اُس پر بڑا اثر ہوا اور وہ اپنی اس بیجا مداخلت کے لئے معافی کا خواستگار ہے۔ لیکن امام نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ واپس آکر رشیق نے خلیفہ کو تمام کیفیت سنائی اس کی تاثیر خلیفہ پر یہ ہوئی کہ اس نے کچھ مدت کےلئے امام کو چین سے رہنے دیا ۔ اس وقت ملک کی حالت خارب ہورہی تھی سلطنت کے مختلف صوبجات میں فساد برپا ہورہے تھے۔ جن کا مقابلہ بڑی بے رحمی سے کیا گیا۔ فرقہ شیعہ کا بھی ظلم وستم کا زمانہ پھر شروع ہوگیا۔

اب غائبتہ الصغریٰ کا زمانہ ختم ہوا اور ۳۲۹ ہجری (۹۴۰ء) سے زمانہ غائبتہ الکبریٰ شروع ہوا[۱]۔ امام دفعتہً سامرہ میں ایک سرنگ کے ذریعے غائب ہوگیا اوریہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اب تک سربستہ رازشہروں میں جن کا نام جبلکا اورجبلسا ہے مقیم ہے جہاں سے وہ زمانہ کے آخر میں پھر واپس آئیگا۔ حالانکہ کسی نے اُسے غائب ہوتے نہیں دیکھا لیکن یہ مشہور ہے کہ گاہے گاہے اپنے معتقد لوگوں کو نظرآتا ہے تاکہ اُن کاایمان برقراررہے ۔اس کے متعلق کئی قصے زبان زد ہیں۔ لیکن ہم یہاں صرف اُن میں سے ایک کا ذکر کیا چاہتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک حاجی نے کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے ایک خوبصورت وجیہ جوان دیکھا جولوگوں سے فصیح کلام کررہا تھا۔ حاجی نے دریافت کیاکہ وہ کون ہے جواب ملا کہ آنحضرت کا ایک فرزند ارجمند ہے جوہر سال اپنے معتقدوں کو تعلیم دینے آتا ہے ۔حاجی اُس کے پیچھے گیا اورہدایت کےلئے التجا کی۔ نوجوان نے لوٹ کر لوگوں کو کنکر دکھانے کی خاطر جواپنی مٹھی کھولی توکنکر غائب لیکن بجائے اُن کے اُس کے جسم کے کسی اورحصے سے طلائی دینار

---

[۱] چند سال پیشتر بنی بویہ سلطنت کے اصلی مالک بن گئے تھے اپنی مرضی کے مطابق خلیفہ بناتے اوراُنہیں تخت پر سے اتارتے تھےلیکن فرقہ شیعہ کوبھی دوست رکھتے تھے (زیدان صفحہ ۲۴۱) خاندان فاطمہ کا ستارہ اسلامی دنیا میں عروج پر تھا اورسنی کچھ عرصہ کیلئے دب گئے تھے۔

ملے ۔ حاجی پھر اُس کے پیچھے گیا اوراب کی دفعہ نوجوان نے اُس سے کہا" اب تجھے حجتہ اللہ کی خبرلگ گئی ہے اورامر اللہ سے تیری ذات تبدیل ہوگئی ۔کیا تومجھے جانتا ہے؟ حاجی نے جواب دیا ،نہیں" نوجوان نے کہا " میں المہدی ہوں جودنیا میں آکراُسے راستی اورانصاف سے بھرپورکردونگا۔ حجتہ اللہ ہر وقت موجو دہے جوکچھ تونے دیکھا اُس کی خبر حق کے پیروؤں کے سوا اورکسی کو نہ دینا" ۔ ایک اوربیان ہے کہ سیدنا مسیح اورالمہدی جویکساں تصورکئے جاتے ہیں۔ ملکر روحانی جنگ یعنی جہاد کرینگے[1] ۔ وہ " ابواب" جن کا ذکر پیشتر ہوچکا ہے المہدی کے غائب ہونے کے بعد تک زندہ رہے۔ جب ابوالحسن جواُن میں سے آخری تھا ۔ قریب بہ مرگ ہوا تو فرقہ شیعہ کے شرکاء نے اُس کی منت کی کہ اپنا جانشین مقرر کرے تاکہ امام کے ساتھ اُن کا تعلق قطع نہ ہوجائے۔ اُس نے اس سے انکارکیاکیونکہ زمانہ غائبتہ الکبریٰ کے خاتمہ پر امام اوراس کے معتقدوں کا تعلق بالکل ٹوٹ جائیگا۔ اس لئے کہ اس وقت وہ واپس آکر سب پر ظاہر ہوگا۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ

[1] نورِمقصودصفحہ ۲۲۹

اس سے پیشتر کہ المہدی آئے معلون خلیفہ یزید کی اولاد سے صوفیان نامی ایک شخص ایک فوج عظیم اپنے ہمراہ لے کر مدینہ کو لوٹیگا۔ اوراس کے بعد کوفہ میں مسکن گزین ہوگا۔ وہ ہر شیعہ کے سرکے صلہ میں ایک ہزاراشرفی دینے کا وعدہ کرلیگا۔ اس کی شکل وصورت اس قدردہشت ناک ہوگی کہ جو کوئی اُسے دیکھیگا دہشت زدہ ہوجائے گا۔اُس کے ہرکام سے بے رحمی سنگدلی ٹپکیگی۔لیکن وہ باقی بدکاروں کے ساتھ ہی فنا کیا جائیگا ۔ اُس کے بعد مسیح کا مخالف یعنی دجال آکر نہایت ظلم وستم کے چالیس سال تک حکومت کرلیگا۔ اہل یہود اہل عرب اورمستورات اُس کے پیرو ہونگے۔ مکہ اوراُس کے قریب کےدو پہاڑوں کے سوا تمام روئے زمین اُس کے قبضہ میں ہوگی۔ کہتے ہیں کہ وہ آنحضرت کے ایامِ زیست میں پیدا ہوا تھا۔ اوراُس نے نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ جس کے سبب آنحضرت نے ایک فرشتے کوحکم کیاکہ اُسے ایک کوئیں میں پھینکدے ۔ جہاں وہ زنجیروں سے جکڑا ہوا ابھی تک مقید ہے اورالمہدی کے ظاہر ہونے سے کچھ عرصہ پیشتر آزاد کیا جائیگا۔ وہ ایک بھاری جادوگر ہے اورشیطان اُس

کے آگے ناچتا ہے حالانکہ درحقیقت اُس کی صورت ایسی گھنونی اورقبیح ہے لیکن شیاطین اُسے اس قدر خوبصورت اورحسین بنادیتے ہیں کہ جو کوئی اسے دیکھتا ہے اُس پر فریفتہ ہوجاتا ہے جس گدھے پر وہ سوار ہوتا ہے اس کا قدوقامت معمول سے بہت بڑھا ہوا ہے[1]۔ پھر سیدنا مسیح اورالمہدی جودونوں پاک اورمقدس ہیں آکر روحانی جنگ یعنی جہاد کرینگے اوردجال کوہلاک کردینگے۔ اس کے بعدالمہدی تمام جہان میں راستی وانصاف پھیلا کر تمام مخلوق کواسلام کے حلقہ اطاعت میں لائیگا موسیٰ کا عصا اور سلیمان کی مہر اُس کے قبضہ میں ہوگی ۔ جن میں سے اول الذکر کے ذریعے وہ حکومت کریگا اوردوسرے کے وسیلے سے کافروں کے منہ پر مہر لگائیگا[2]۔ کئی شیعہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے المہدی کی اس خدمت کی نسبت جواس کے سپرد ہوئی پیشینگوئی کی ہے۔ اس کتاب میں ان تمام کا ذکر کرنا ناممکن ہے۔

۱۸۴۷ء میں جب ایران میں باب نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا[3] توشیعہ معلموں نے یہ سوال کیاکہ وہ نشانات کیوں ظاہر نہ ہوئے ۔اُنہوں نے پوچھا جبلکا کوکیاہوا؟ جلسا کہاں غائب ہوگیا؟ دجال کی لن ترانیاں کدھر گئیں؟ غرضیکہ اسی قسم کی اوربہت باتوں سے اس کی تذکیب کردی۔

[1] مذکورہ بالا بیان عقائد الشیعہ میں پایا جاتا ہے جس کا ذکر قصہ باب میں آتا ہے۔ صفحہ ۵-۳۰۴

[2] نور مقصود صفحہ ۲۳۴۔ مفصل بیان فارسی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے باب ہفتم میں پایا جاتا ہے۔

[3] قصہ باب صفحہ ۲۸۸

ضمیمہ الف

البغدادی کے مطابق المہدی سے پیشتر ائمہ کی تعداد کے متعلق مختلف رائیں ہیں۔ کیسامیہ فرقہ کہتاہے کہ محمد حنفیہ مرا نہیں بلکہ کوہِ رضوہ میں مقیم ہے جہاں وہ شہد اورپانی سے پرورش پاکر مدت تک زندہ رہیگا۔ وہاں اسکی حفاظت کےلئے ایک چیتا مقرر کیا گیا ہے۔ وہ المہدی کی صورت میں پھر ظاہر ہوگا۔ محمدیہ فرقہ کا یقین ہے کہ محمد حضرت علی کا پڑپوتا جوکوہ حجر میں پنہاں ہے۔ المہدی بن کر پھر نمودار ہوگا۔ زیدئیوں اوراسمعیلیوں کے اعتقاد کا ذکر توپہلے کیا جاچکا ہے۔

باقریہ فرقہ کا ایمان ہے کہ امام باقر المہدی ہوکر آئیگا۔قطعیہ فرقہ بارہ ائمہ کا معتقد ہے اوراثنا عشریہ کے نام سے مشہور ہے۔ امامیوں کے نام سے بھی کہلایا جاتا ہے زیادہ ترشیعہ اسی فرقہ میں سے ہیں۔

میسورمیں ایک فرقہ غیرمہدی کے نام سے پایا جاتا ہے اُن کا خیال ہے کہ جے پورکا باشندہ سید محمد بارہواں امام تھا۔ سال میں ایک مرتبہ وہ اکٹھے ہوکر شام کے وقت یوں دعا کرتے ہیں" خدا قادر مطلق ہے اورمحمد اُس کا رسول قرآن اور مہدی برحق اورراست ہیں۔ امام مہدی آکر واپس چلا گیا ہے جواس سے منکر ہے وہ کافر ہے " اس فرقہ کا بانی محمودنامی ایک شخص تھا۔ ۱۳۷۰ء - ۱۴۰۵ء) اُس کے پیرو نقطوریہ بھی کہلاتے تھے کیونکہ وہ مانتے تھے کہ ہرایک چیز ایک نقطہ خاک سے نکلتی ہے شاہ عباس نے اس فرقہ کو ایران سے نکال دیا تھا۔ لیکن اکبر نے اس وقت اُن کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا (۱۵۶۰ء - ۱۶۰۵ء)۔

جس جوش وسرگرمی کے ساتھ شیعہ اپنے ائمہ کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اُس کے سمجھنے کیلئے اس بات کو مدِنظر رکھنا چاہیے ۔ کہ اُن کا اعتقاد ہے کہ وہ سب خدا کی طرف سے آنحضرت کے جانشین مقرر کئے گئے اوراُنہیں روحانی طاقتیں وقوتیں ملیں۔ ائمہ کےلئے لازمی تھا کہ اُن کاتعلق حضرت علی اورفاطمہ کے ذریعے آنحضرت سے ہو۔ لیکن سنیوں کے نزدیک خلیفہ ہونے کےلئے کوئی خاندانی خصوصیت لازمی نہیں۔ترکوں کا قانون وراثت قدیم ترین مسلمانوں کے قانونِ وراثت سے مختلف ہے۔

محمد صاحب کے جانشین ہونے کی حیثیت سے امام میں اُن کے تمام اوصاف آجاتے ہیں۔ وہ داناترین انسان ہے اور ہرقسم کے ایسے گناہ سے مبرہ ہے جوارادتاً یا عمداً سرزد ہوں۔اُس کا ہر قول وفعل خدا کا قول وفعل سمجھا جاتا ہے۔ امام کی شناخت ہی مذہب کا اصل اول ہے۔

ضمیمہ ب

اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ شیعہ مورخئین ضعیف الاعتقاد ہیں جویا توتیرے سے کوئی مستقل رائے ہی نہیں رکھتے یا کم ازکم اُس کا اظہارنہیں کرتے اگرچہ ہم تاریخی واقعات کی تصدیق یاتکذیب کےلئے اُن کے اقوال کا حوالہ نہیں دے سکتے مگرتو بھی اُن کے بیانات سے اتنا ضرورظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی تعلیم راسخ الاعتقادی کا ایک بنیادی اصول تھا اورجب راسخ الاعتقادی اُن کی تعلیم کا جزولاینفک ہے تو یہ سمجھنا نہایت آسان ہے کہ وہ حضرت علی اوراُن کے جانشینوں کی تعظیم وتکریم کس قدرجان نثارانہ کرتے تھے۔

ذیل میں قرآن کی آیات کی چند تفسیریں مذکورہ بالا بیان کی توضیح کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں ۔ آپ خود ہی معلوم کرلینگے کہ بعض اوقات اُن کی تشریح میں نقص پائے جاتے ہیں ۔ سورہ المائدہ آیت ٦٠" یقیناً خدا تمہارا محافظ ہے اوراس کے رسول وہ ہیں جواُس پر ایمان لاتے ہیں" امام جعفر کہتا ہے کہ " وہ جو اُس پر ایمان لائینگے " سے مراد حضرت علی اورائمہ ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۷۱" اے رسول جوکچھ تجھ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ظاہر کر"۔

امام باقر کہتا ہے "اُن سے مراد قانونی حکموں سے ہے (فرض)یعنی حج کا دستور بنانا اورامامت کو قائم کرنا" وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آیت اس آیت یعنی"آج کے دن میں نے تمہارا مذہب تمہارے لئے کامل بنایا ہے" کے بعد لکھی ہوئی ہے ۔یہ مشہور ہے کہ جب حضرت محمد کو حج کوگئے توجبرائیل فرشتہ نے اُن کی ہدایت کی کہ حضرت علی کو اپنے ہمراہ لے جائیں اوراُن کی راہنمائی کا حکم برداربنائیں۔

سورہ القصص آیت ٦٨" تیرا رب جوچاہتا ہے وہ کرتا ہے اورجسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے "اس سے ائمہ کی مخصوصیت مراد ہے۔

سورہ الرومآیت ۵٦" وہ لوگ جن کو ایمان اورعلم دیا گیا اُن سے مراد حضرت علی اوراُن کے جانشین ہیں جوعالم اورپرہیزگارتھے۔

سورہ السجدہ " اوراُن میں سے ہم نے بنائے جوہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے" اُن سے بھی حضرت علی اوراُن کے جانشین مراد ہیں۔

سورہ النبیاء آیت ۷۳" ہم نے اُن کو پیشوا کیاتاکہ ہمارے حکم کے موجب وہ ہدایت کریں" امام جعفر کا قول ہے کہ" ائمہ کی دوقسمیں ہیں ۔ اوّل وہ جوخدا کی مرضی کو لوگوں کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں ۔ دوم وہ جو خدا کی مرضی کی بجائے اپنی مرضی کو بجالا کر عوام کو ہلاکت کی راہ پر لے جاتے ہیں "۔اثنا عشریہ یعنی حضرت علی اوراُن کے جانشین قسم اول سے ہیں۔

سورہ یاسین آیت ۱۱۔ ہر چیز کو شمار کررکھا ہے (واضح کتاب میں) امامین مبعائنین حضرت علی نے اپنے آپ کو امامین مبعائین کہا ہے کیونکہ وہ سچ اورجھوٹ میں تمیزکرسکتے تھے۔

سورہ البقرہ آیت ۱۱۸" جب ابراہیم کواُس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا جس میں وہ پورا اترا"۔ امام جعفر صادق نے کہا۔حکم تووہی تھا جوآدم کودیا گیا۔ لیکن اس نے اُس کے

خلاف کیا ۔ پھر توبہ کرکے حسن اورحسین کے وسیلے سے معافی مانگی۔

سورہ آل عمران آیت ۶۳" یہ مشہور ہے کہ جب حضرت محمد کو اس آیت کی وحی ہوئی تو اُنہوں نے بت پرستی کے رسم ورواج ترک کردئیے لیکن امامت کو برقرار رکھا۔

سورہ النساء آیت ۶۲ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اورتم میں جو حاکم ہیں اُن کی بھی اطاعت کرو"۔ آخر الذکر سے مراد حضرت علی اور امام حسین سے ہے ایک معترض نے کہا:

حضرت علی کے نام کا تو کہیں ذکر نہیں آیا۔ امام جعفر نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے نماز کا حکم دیتے ہوئے رکعت کی تعداد مقرر نہیں کی نہ ہی اُس نے حج کے وقت سات مرتبہ طواف کرنے کو کہا" خاندان کے مرد" اختیار رکھنے کے قابل تھے اوروہ ہدایت کا دروازہ چھوڑکر گمراہی کی راہ پر ہرگز نہ جائینگے۔ ائمہ کی اطاعت خدا اوراس کے پیغمبر کی اطاعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے کیونکہ پیغمبر اوروہ بے گناہ اورپاک ہیں۔

سورہ الطہٰ آیت ۱۳۲" اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر" امام الرضا کہتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کہ بعد حضرت محمد حضرت علی اوربی بی فاطمہ کے مکان پر دن میں پانچ مرتبہ جاتے تھے اورفرماتے تھے کہ " دعا مانگو کہ خدا اپنی برکت تم پر نازل کرے" امام یہ بھی کہتا ہے کہ کسی اورنبی کے خاندان کی اس قدر عزت افزائی کبھی نہیں کی گئی "۔

سورہ البقر آیت ۱۱۹" خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ آج کے دن ایمانداروں کو حق سے فائدہ پہنچیگا" ۔ امام باقر نے فرمایا ہے کہ روزِمحشر کو تمام انبیاء اوراُن میں سے ہرایک کی اُمت خدا کے حضور ایک وسیع میدان میں طلب کئے جائینگے ۔ حضرت محمد سے دریافت کیا جائیگا کہ آیا اُنہوں نے حق تعالیٰ کے تمام احکام کی پیروی کی ہے یا نہیں۔ وہ قلم اورلوح گواہی کےلئے پیش کرینگے جوآدمیوں کی صورت میں آکر شہادت دینگی کہ سب کچھ باقاعدہ لکھا گیا تھا۔ بعد ازیں جبرائیل فرشتہ آکر گواہی دیگا کہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام پیغام پر برابر حضرت محمد کو پہنچاتا رہا ۔ آخر الذکر دریافت کئے جانے پر جواب دینگے کہ اُنہوں نے علی اور اس کے جانشینوں کو کام کے پورا کرنے

کے لئے مقرر کیا"۔ تب علی اپنے اوراپنے دونوں بیٹوں کے قتل کئے جانے کی بابت بتائیگا اورپھر یہ بھی کہ اُن کے بعدیکے بعد دیگرے ائمہ کا سلسلہ جاری رہا تاکہ لوگوں پر خدا رضاکوظاہر کرتے رہیں۔یہ بیان بڑے تیقن کے ساتھ کیا گیا ہے[1]۔

سورہ التوبہ ۳۳" وہ وہی ہے جس نے اپنا رسول ساتھ ہدایت اوردین حق کوبھیجاتاکہ پھیلائے اُس کو اوپر ہردین کے"۔

سورہ یونس ۹۴" پس اگر توشک میں ہے اس بات کی جوہم نے تیری طرف نازل کی۔ توپوچھ نے اُن لوگوں سے جوتجھ سے پہلے کتاب پڑھ رہے ہیں"۔

فرقہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ پیغمبر صاحب کوکسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا امام جعفر کہتا ہے کہ جس رات حضرت محمد کو معراج حاصل ہوا۔ خدا نے اُن پر حضرت علی افضلیت ظاہر کی۔ اس کے بعد حضرت محمد نے

[1] مذکورہ بالا بیان قرآن شریف کے شیعہ ترجمہ سے جوقرآن مجید وترجمہ مقبول کہلاتا ہے انتخاب کیا گیا ہے۔ جو مقبول پریس دہلی سے شائع ہوا۔

انبیاء کا ایک گروہ کثیر دیکھا اوراُنہوں نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی۔ اُن کے ذہن سے وہ پیغام جواُسی وقت انہیں ملا تھا۔ جاتا رہا تب یہ آیت اُن پر نازل ہوئی کہ انبیاء کی جماعت سے اس کے متعلق مشورہ کریں۔ چنانچہ اس جماعت نے اس کی تصدیق کی ۔امام باقر اس واقعہ کا مفصل بیان کرتا ہوا جبرئیل فرشتہ کا ذکر لاتا ہے[2]۔

سورہ الاعراف ۳۵" ہمارے بھیجے ہوئے"۔

حضرت علی امام حسین کہتے ہیں کہ اس سے " علی اوراس کے جانشین مراد ہیں جب اہل قریش نے حضرت علی کے دعویٰ پر اعتراض کیا تواُنہوں نے یہ آیت پیش کردی[3]۔

سورہ بنی اسرائیل ۲۸" اور قرابت والے کو اُس کا حق دے اورمسکین کو اور مسافرکو" امام موسیٰ کاظم نے خلیفہ مہدی کو باغ فدک کے ضبط کرلینے پر لعنت ملامت کی اوراس

[2] باطل اعتقادوں کی یہ عمدہ مثال ہے یہ آیت پیغمبر صاحب کو محض یہ یاددلاتی ہے کہ وہ اس کتاب سے مشورہ کرکے اپنے شکوک رفع کریں(اہل یہود اور انصاریٰ بیضاوی اورحسین کی تفسیریں دیکھو

[3] حسین اورمعالم ہردومفسرین سے ملک الموت مراد لیتے ہیں۔

آیت کو پڑھ کر اُسے کہا کہ الٰہی حکم کے موجب یہ فاطمہ اوراس کی اولاد کودیا گیا ہے[1]۔

سورہ بنی اسرائیل ۸۱"رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھ کر تیرے لئے زیادہ قریب ہے کہ تجھے تیرا رب مقامِ محمود پر بلند کرے"۔

کہا جاتاہے کہ وہ مقامِ محمود خدا کے تخت کے قریب ہے جس کے ایک جانب ائمہ اوراُن کے پیرو کھڑے ہیں اوردوسری جانب اُن کے دشمن یعنی خلفاء اوران کی رعیت ہے۔ حضرت محمد کے سفارش کرنے پر شیعان صالح معافی پائینگے۔ کیونکہ وہ حضرت علی کے فرمانبردار رہے اوروہ مقامِ محمود اُن کو بخشا جائیگا۔

سورہ النور ۳۵" اللہ آسمانوں اورزمین کا نور ہے۔ اُس کا نورایسا ہے جیسے طاق میں ایک چراغ ہے اورچراغ شیشے کی قندیل میں دھرا ہواہے اورشیشہ گویا چمکتا ہواستارہ ہے۔

امام جعفر کہتا ہے کہ " بتی" اور" شیشہ" فاطمہ حسن اورحسین مراد ہیں۔ بی بی فاطمہ جوکہ پاک ہیں۔ عورتوں کے درمیان ایک روشن ستارہ کی مانند ہیں ایک اوربیان ہے کہ طاق سے مراد حضرت محمد ہیں۔ بتی سے نبوت کی روشنی شیشہ کے صندوق میں بند کی ہوئی بتی سے مراد پیغمبر صاحب کی دانش وفراست ہے جو" حضرت علی کے دماغ میں چمکتا ہوا ستارہ تھے" آگئی " روشنی پر روشنی" سے اشارہ ائمہ کے سلسلہ کی طرف ہے۔

سورہ القصص ۴۱" اورہم چاہتے تھے کہ اُن لوگوں پر جوزمین میں کمزور تھے احسان کریں اوراُن کوسردار (امام) بنائیں اوراُن کووارث کریں"۔

امام جعفر کہتا ہے کہ پیغمبر صاحب نے حضرت علی اورامام حسین کی طرف دیکھ کر اُنہیں کہا" تم نیچے کئے جاؤ گے لیکن میرے بعد خلافت کے وارث ہوگے۔اوریہ کہکر اس آیت کو سنایا ۔ ایک روایت مشہور ہے کہ پیغمبرصاحب نے سلمان فارسی کوبتایاکہ خدا کسی پیغمبر کودنیا میں نہیں بھیجتا جب تک پہلے اُسے کے لئے بارہ پیشوا مقرر نہیں

---

[1] بیضاوی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ " حق" سےمراد ضرورت کے وقت مدد اور دوستی ہے۔ دیگر مفسرین اس کا مطلب محض مفلسوں اوربیکسوں کو خیرات کرنی بتاتے ہیں،

کردیتا۔ پھر اُنھوں نے اُسے بتایا کہ وہ نورِحق سے بنائے گئے جواُن کے بعد حضرت علی فاطمہ اورگیارہ ائمہ کو مل گیا۔ خدا کے نورکی بادشاہت میں اُن کا کام حق تعالیٰ کی حمدوثنا کے گیت گانا ہے۔

سورہ القصص ۶۸" تیرا رب جوچاہتا ہے وہ کرتا ہے اورجسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اُن کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں"۔

مرد کی ایک مسجد میں ایک بڑی جماعت نے امامت پر بحث ومباحثہ کیا۔ اس کے متعلق کئی مختلف رائیں تھیں۔ بعد ازاں امام الرضا نے منبر پر کھڑے ہوکر اس مضمون پر تقریر کی جس سے اُس نے ظاہر کیا کہ آنحضرت علی اوراُن کے جانشینوں کو یہ انعام خدا کی طرف سے مفت عطا ہوا کہ نہ لوگوں کی طرف سے۔

سورہ احزاب ۳۳آیت " اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دورکرے۔ اے اہل بیت تم کو خوب پاک صاف بنائیں۔

امام باقر کہتا ہے کہ اس سے علی ،فاطمہ، حسن اورحسین کی طرف اشارہ ہے اورجویہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ازواج انبیاء ہیں توجھوٹے اورگنہگار ہیں۔

سورہ الصاد آیت ۷۵" خدا نے کہا اے ابلیس تجھے کس چیز نے منع کیا اس چیز کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا"۔

ایک مرتبہ امام جعفر اپنے مریدوں کے درمیان بیٹھا تھا کہ کسی نے اُسے اس آیت کی تشریح کرنے کو کہا اُس نے کہا" میرے ہاتھ" سے مراد خدا کی قدرت ہے ۔ اورتجسم الہٰی کے تمام تصورات سے انکار کیا۔ اس نے اپنے شاگردوں کو صلاح دی کہ ہمیشہ اپنی تمام مشکلات ائمہ کے آگے لائیں کیونکہ اُنہیں خدا تعالیٰ نے کمال دانش وعقل عنایت کی ہے۔

سورہ الزخرف آیت ۵۷" اورجب ابنِ مریم کی مثال بیان کی گئی " ایک قصہ مشہور ہے کہ کسی نے حضرت محمد سے آکر کہا کہ سیدنا مسیح نے مُردوں کو زندہ کیا ، کیا توبھی ایسا کرسکتا ہے؟ اُنھوں نے حضرت علی کو پاس بلا کر اُن کے کان میں کچھ کہا اورلوگوں کے ہمراہ اُنہیں قبرستان بھیجا وہاں

پہنچ کر علی نے چلا کر کہا اے فلاں۔۔۔۔ اس کے بعد مردہ اٹھ کر اُن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ لیکن لوگوں کے سوال وجواب کرنے کے بعد پھر قبر میں لیٹ گیا"۔ یہ اسلئے بیان کیا گیا کہ یہ ظاہر ہوجائے کہ علی کوبھی سیدنا مسیح کی مانند معجزانہ طاقت ملی تھی"۔

سورہ الفتح آیت ۲" تاکہ اللہ تیرے اگلے اورپچھلے گناہوں کو معاف کردے۔امام جعفر کہتا ہے کہ "لفظی اورکتابی ثبوت پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد بے گناہ تھے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت علی اوراُن کی اُمت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی معافی کی خاطر جمعی اور تصدیق کی ہے۔ امام باقر کہتاہے کہ اس سے جماعت کے گناہ مراد ہیں۔ اگلے گناہ وہ جو حضرت محمد کے آنے سے پیشتر ہوئے اور پچھلے گناہ وہ جو اُن کے آنے بعد سرزد ہوئے۔

سید ابنِ طاؤس کہتاہے کہ مکہ لینے کے وقت پیغمبر صاحب نے نہ تواُسے لوٹا اورنہ کسی قسم کا زیان ہی پہنچایا۔ سووہاں کے باشندوں نے اُن کے فرضی گناہ جواُس واقعہ سے پیشتر اوربعد میں وقوع میں آئے تھے بخش دئے۔

سورہ الفتح آیت ۲۶" اللہ نے اپنے رسول پر اپنی تسکین نازل کی اوراُن پرخدا ترسی کی بات لازم کردی"۔

امام باقر کہتاکہ خدا کےحکم سے" کلام التقویٰ" حضرت علی پر لازم کیا گیاامام الرضا کہتا ہے کہ اس سے علی کا مذہب مراد ہے۔

سورہ النجم آیت ۱تا ۴" ستارے کی قسم جب وہ گرتا ہے۔ تمہارا رفیق گمراہ نہیں اورنہ وہ بھٹکا ہوا ہے نہ اپنے نفس کی خواہش سے بولتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جواُس کی طرف بھیجی جاتی ہے"۔

امام جعفر اورامام باقر کہتے ہیں کہ اس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ پیغمبر صاحب حضرت علی سے اس قدر محبت رکھنے کی باوجود بھی مرتکب غلطی نہیں ہوئے بے سوچے سمجھےکسی کام کونہ کرتے بلکہ خدا کی ہدایت کے بموجب کرتے تھے۔ اپنی آخری بیماری میں اُنہوں نے کہاکہ کل اصحاب میں سے ایک کے کمرہ میں ایک ستارہ نمودار

ہوگا۔امام جعفر کہتا ہے کہ اس کلام کے مطابق حضرت علی کے کمرہ میں ایک ستارہ نظر آیا۔ اُن کے دشمنوں میں سے بعض بولے کہ " محمد گمراہ ہوگیا ہے " تب یہ آیت اُن کا منہ بندکرنے کےلئے نازل ہوئی۔

سورہ التحریم آیت ۴" اوراگرباہم اتفاق کروگے اُس کے برخلاف تو بے شک اللہ اُس کا مولیٰ ہے اورجبرائیل اورنیک بندے ایماندار اورفرشتے بھی اُس کے علاوہ اُس کے مددگار ہیں"۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر صاحب نے اُن سے کہا کہ میں تجھے ایک مژدہ سناتاہوں اوریہ آیت پڑھ کر اُنہیں سنائی اورکہاکہ" نیک بندے سے " مراد علی اوراُس کے جانشین ہیں۔

سورہ الرحمٰن آیت ۱۶" دومشرقوں کا رب اور دومغربوں کا رب"۔

امام جعفر کہتا ہے کہ " دومشرقوں سے مراد محمد اورعلی اور" دومغربوں " سے مراد حسن اورحسین ہے۔

سورہ العلق ۱۷آیت " پس وہ اپنے صلاح کاروں کو بلائے۔

امام باقر کہتا ہے کہ جب خدا نے عالم کو پیدا کیا تواُس نے پہلی قدرت کی رات" بنائی۔ یعنی وہ رات جس میں ہر سال کسی نبی پر اپنی رضا کوظاہر کریگا اوریہ بھی کہ آئندہ کیا ہونے کو ہے۔ایسا نبی جب تک اُس کا جانشین نہ مقررکیا جائیگا زندہ رہیگا۔ لہذا ہرایک نبی جانشین فی الفور مقرر ہوجاتا تھا۔ جیسے وہ طلب کرتا تھا۔ محمد صاحب نے الہٰی حکم کے بموجب علی کو اپنا جانشین قراردیا اوراُس نے آگے یہ منصب ائمہ کے سپرد کیا[1]۔

سورہ الکوثر" بے شک ہم نے تجھ کو کوثر دی ہے"۔

سنی مفسرین بیضاوی اورحسین لکھتے ہیں کہ کوثر کے معنی (۱۔) ہرایک اچھی چیز کی بہتات اور(۲) یہ فردوس کے ایک دریا کا نام ہے ایک شیعہ مفسر اسی آخری خیال کو لے کر کہتا ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اورشہد سے زیادہ

---

[1] یہ تشریح توکسی قدروہمی معلوم ہوئی ہے ابوجہل کی طرف اشارہ ہے جیسے طنز کے طورپر کہا جاتا ہے کہ اپنے رفیقوں کوبلاکر محمد کا مقابلہ کرے،

شیرین تر ہے ۔ اس کے متعلق عجیب وغریب قصے لکھتا ہے
جن میں علی کا بھی ذکرآتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد
نے فرمایاکہ خدا نے مجھے قرآن رسالت، کوثر، وحی اورمعراج
بخشا۔علی کو اس نے دانش وراثت رسالت کا حق سلسبیل
(فردوس میں ایک نہر) الہام اورفردوس کے دروازہ کے
حاجب ہونے کا فخر بخشا۔